امداد اللہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم
وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض
سیدنا ابوبکر الصدیق خلیفہ اول رضی اللہ عنہ
سیدنا عثمان ذوالنورین خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ
تحریکِ خدام اہلِ سنت
کا ترجمان
نظامِ خلافتِ راشدہ
کا داعی
سیدنا عمر الفاروق خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ
سیدنا علی المرتضیٰ خلیفہ چہارم رضی اللہ عنہ
ماہنامہ
حق چار یار
رضی اللہ عنہم
لاہور
زیرِ نگرانی
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم
بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

خدّام اہلسنّت کی دُعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدّام اہلسنت پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۳ھ — ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدایا اہلِ سُنت کو جہاں میں کامرانی دے — خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں — رسول اللہ کی سُنت کا ہر سُو نُور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو — ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں — وہ ازواجِؓ نبی پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو — تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا — انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں — کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل — عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ[1] ملک میں ختمِ نبوت کو — مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی — رسولِ پاک کی عظمت محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے — تیری راہ میں ہر ایک سُنی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہلِ سُنت کے رہیں خادم — ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری نول

---

[1] الحمدللہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلافت راشدہ حق چاریار

نظام خلافت راشدہ زندہ باد

امداد اللہ

تحریکِ خدام اہلسنت والجماعۃ پاکستان کا ترجمان
نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی

ماہنامہ حق چاریار رضی اللہ عنہم لاہور

زیرِ سرپرستی

قائد اہلسنت وکیل صحابہ مظہر شریعۃ وطریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ
بانی وامیر تحریکِ خدام اہلسنت پاکستان، چکوال فون نمبر ۲۴۳۴

مدیر مسئول
حکیم حافظ محمد طیب

جلد: ۳ شمارہ: ۱۰ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ مئی ۱۹۹۱ء سالانہ چندہ -/۶۰ روپے فی شمارہ -/۶ روپے

سالانہ بدل اشتراک برائے بیرون ممالک بذریعہ ہوائی جہاز رجسٹری

ریاستہائے متحدہ امریکہ -/۲۲۰ روپے
ہانگ کانگ، نائجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ -/۱۸۰ روپے
سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت -/۴۵ ریال

رابطہ: دفتر ماہنامہ حق چاریارؓ لاہور۔ مدینہ بازار۔ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور فون نمبر ۴۱۶۱۰۷

ناشر: حکیم حافظ محمد طیب، مطبع افضل شریف پرنٹرز، مقام اشاعت دفتر ماہنامہ حق چاریارؓ لاہور، مدینہ بازار ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

اس شمارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم

مکتوب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

احمد شاہ ابدالی کے نام

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی رسولہ شفیع المذنبین یوم الدین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ یہ چند کلمات ہیں جن کے لکھے جانے کا باعث اسلامی حمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو گوش مبارک تک پہنچائے۔ بادشاہانِ اسلام کا وجود اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست نعمت ہے۔ جاننا چاہیئے کہ ملک ہندوستان ایک وسیع ملک ہے۔ قدیم اسلامی بادشاہوں نے بڑی مدت میں بڑی جدوجہد کے بعد کئی دفعہ میں جاکر اس ولایت کو فتح کیا ہے۔ علاوہ دہلی کے جو صاحب اقتدار بادشاہوں کا مستقر رہی ہے ہر علاقے میں علیحدہ علیحدہ فرماں روا تھے۔ مثلاً گجرات احمد آباد کا علاقہ ایک علیحدہ حکمران سے تعلق رکھتا تھا۔ ٹھٹہ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ بنگالہ ایک اور حاکم کے زیر حکومت تھا۔ اودھ جدا ایک شخص کے زیر اقتدار تھا جس کو سلطان الشرق یعنی پورب کا بادشاہ کہتے تھے۔ ملک دکھن پانچ حسب ذیل سلطنتوں کا مجموعہ تھا (۱) برھان پور (۲) برار (۳) اورنگ آباد (۴) حیدر آباد (۵) بیجاپور۔ ان پانچوں سلطنتوں میں سے ہر سلطنت کا ایک جداگانہ مستقل بادشاہ تھا۔ مالوہ کا بھی حکمران علیحدہ تھا اور ان تمام مذکورہ علاقہ جات میں سے ہر علاقے کا بادشاہ مستقل طور پر صاحب فوج اور صاحب خزانہ ہوتا تھا۔ ہر ایک بادشاہ نے اپنی اپنی مملکت میں مسجدیں تعمیر کرائیں، مدرسے قائم کیے۔ عرب و عجم کے مسلمان اپنے وطنوں سے منتقل ہو کر ان علاقوں میں آ گئے اور یہاں اسلام کی ترویج واشاعت کا باعث بنے۔ اس وقت تک ان لوگوں کی اولاد اسلام کے طور و طریقہ پر قائم ہے۔

ایک اور ملک بھی ہے جو کبھی کسی بادشاہ اسلام کے قبضہ میں نہیں آیا اور وہ اپنے خالص غیر مسلمانہ طریقہ پر باقی رہا۔ اتنا ضرور ہوا کہ بادشاہ ان راجاؤں سے جو ان کے حدود میں تھے خراج لیا کرتے تھے یہ ملک جس کا تذکرہ ہو رہا ہے راجپوتانہ کا ملک ہے۔ اس ملک کا طول حدود ٹھٹھہ سے لے کر حدود بنگالہ و بہار تک چالیس منزل ہے اور طول دہلی و آگرہ سے لے کر گجرات و اجین کی حد تک بیس منزل ہے۔ یہی وہ باوسعت ملک ہے جو کبھی ملوک اسلامیہ کی نشستگاہ نہیں بنا۔ قصہ مختصر بادشاہانِ مغلیہ نے رفتہ رفتہ اتنا کر لیا کہ اپنی طرف سے ان کو ریاست پر متعین کرتے تھے اور انہوں نے راجپوتوں سے معاہدہ کر لیا اور اس گروہ کو اپنا ماتحت قرار دے کر ان کی مخالفت سے مامون و محفوظ ہو گئے اور جنگ سے دست کشی اختیار کر لی۔ غیر مسلموں میں ایک قوم مرہٹہ نامی ہے کہ ان کا ایک سردار ہے۔ اس قوم نے کچھ عرصے سے اطرافِ دکن میں سر اٹھایا ہے اور تمام ملک ہندوستان پر اثر انداز ہے شاہانِ مغلیہ میں سے بعد کے بادشاہوں نے عدم دُور اندیشی، غفلت اور اختلافِ فکر کی بنا پر ملک گجرات مرہٹوں کو دے دیا اور پھر اسی سست اندیشی اور غفلت کی وجہ سے ملک مالوہ بھی ان کے سپرد کر دیا اور ان کو وہاں کا صوبہ دار بنا دیا۔ رفتہ رفتہ قوم مرہٹہ قوی تر ہوتی گئی اور اکثر بلادِ اسلام ان کے قبضے میں آ گئے۔ مرہٹوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں سے باج لینا شروع کر دیا اور اس کا نام چوتھ (یعنی آمدنی کا چوتھا حصہ) رکھا۔ دہلی اور نواح دہلی میں مرہٹوں کا تسلط اس وجہ سے نہ ہو سکا کہ دہلی کے رؤسا بادشاہانِ قدیم کی اور یہاں کے وزرا اور امراء، امرائے قدیم کی اولاد ہیں۔ ناچار مرہٹوں نے ان لوگوں سے یک گونہ مروّت کا معاملہ رکھتے ہوئے عہد و پیمان کر لیا اور رواداری کا سلسلہ جاری کر کے طرح طرح کی چاپلوسی سے دہلی والوں کو اپنی طرف سے امن و امان دے کر چھوڑ دیا۔ دکن پر بھی مرہٹوں کا قبضہ اس بنا پر نہ ہو سکا کہ نظام الملک مرحوم کی اولاد نے بڑی بڑی تدبیریں کیں۔ کبھی مرہٹوں کے درمیان میں پھوٹ ڈلوا دی کبھی انگریزوں کو اپنا رفیق بنا لیا اور برہان پور اور اورنگ آباد، بیجاپور جیسے بڑے بڑے شہروں پر اولاد نظام الملک قابض رہی۔ البتہ اطراف و نواحی کو مرہٹوں کے لیے چھوڑ دیا۔ المختصر سوائے دہلی و دکن کے خاص طور پر مرہٹوں کا تسلط ہے۔ قوم مرہٹہ کو شکست دینا آسان کام ہے بشرطیکہ غازیانِ اسلام کمر ہمت باندھ لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم مرہٹہ خود قلیل ہیں لیکن ایک گروہ کثیر ان کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس گروہ میں سے ایک صفت کو بھی اگر درہم برہم کر دیا جائے

یہ قوم منتشر ہوجائے گی اور اصل قوم اس شکست سے ضعیف ہوجائے گی۔ چونکہ یہ قوم قوی نہیں ہے اس لیے اس کا تمام تر سلیقہ ایسی کثیر فوج جمع کرنا ہے جو چیونٹیوں اور ٹڈیوں سے بھی زیادہ ہو دلاوری اور سامانِ حرب کی بہتات ان کے یہاں نہیں ہے۔ الغرض قوم مرہٹہ کا فتنہ ہندوستان میں بہت بڑا فتنہ ہے۔ حق تعالیٰ بھلا کرے اس شخص کا جو اس فتنے کو دبائے۔ غیر مسلموں کی ایک قوم جاٹ ہے جس کی بود وباش دہلی و آگرہ کے درمیان ہے۔ یہ دونوں شہر بادشاہوں کے لیے دو حویلیوں کی مانند رہے ہیں۔ مغل بادشاہ کبھی آگرہ میں رہتے تھے تاکہ ان کا دبدبہ اور رعب راجپوتانہ تک پڑے اور کبھی دہلی میں فروکش ہوتے تھے تاکہ ان کی شوکت وہیبت سرہند اور نواحی سرہند تک اثر ڈالے۔ دہلی و آگرہ کے درمیان کے مواضعات میں قوم جاٹ کاشت کاری کرتے تھے۔ زمانہ شہجہاں میں اس قوم کو حکم تھا کہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں۔ بندوق اپنے پاس نہ رکھیں اور اپنے لیے گڑھی نہ بنائیں بعد کے بادشاہوں نے رفتہ رفتہ ان کے حالات سے غفلت اختیار کرلی اور اس قوم نے فرصت کو غنیمت جان کر بہت سے قلعے تعمیر کر لیے اور اپنے پاس بندوق رکھ کر بٹ ماری کا طریقہ شروع کر دیا۔ اورنگ زیب اس وقت دکن میں قلعہ بیجاپور و حیدر آباد کے فتح کرنے میں مشغول تھا۔ دکن ہی سے ایک فوج جاٹوں کی تادیب کے لیے اس نے روانہ کی اور اپنے پوتے کو فوج کا سردار مقرر کیا۔ رئیسان راجپوتانہ نے اس شہزادے سے مخالفت کرلی۔ لشکر میں اختلاف واقع ہوا۔ جاٹوں کی تھوڑی سی عاجزی پر اکتفا کر کے فوج بادشاہی واپس ہوگئی۔ محمد فرخ سیر کے زمانے میں اس جماعت کی شورش پھر جوش میں آئی۔ قطب الملک وزیر نے زبردست فوجیں ان کی طرف بھیجیں۔ چوڑامن جو اس قوم کا سردار تھا بعد جنگ صلح پر راضی ہوگیا۔ اس کو بادشاہ کے سامنے لائے اور تقصیرات کی معافی دلائی۔ یہ کام بھی خلافِ مصلحت عمل میں آیا پھر عہد محمد شاہ میں اس قوم کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی اور چوڑامن کا چچا زاد بھائی سورج مل اس جماعت کا سردار ہوگیا اور فساد کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ شہر بیانہ جو کہ اسلام کا قدیم شہر تھا اور جہاں پر علماء و مشائخ سات سو سال سے اقامت پذیر تھے اس شہر پر قہراً وجبراً قبضہ کر کے مسلمانوں کو ذلت وخواری کے ساتھ وہاں سے نکال دیا۔ اس کے بعد سے سرکشی برابر بڑھتی رہی۔ بادشاہوں اور امیروں کے اختلاف وغفلت کی بنا پر کوئی بھی اس جانب متوجہ نہ ہوا۔ اگر بالفرض ایک امیر اس کی تنبیہ کا قصد کرے تو سورج مل کے کارکن

دوسرے امراء کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس طرح بادشاہ کے مشورے کو پلٹ دیتے ہیں۔ پس محمد شاہ کے عہد میں صفدر جنگ ایرانی نے خروج کیا اور سورج مل سے سازش کر کے پرانی دہلی پر حملہ کر دیا اور تمام باشندگان شہر کہنہ کو لوٹ لیا۔ پس محمد شاہ نئے شہر میں دروازے بند کر کے چھپ کر بیٹھ گئے اور مرہٹوں نے توپوں کے ذریعے جنگ کی محض خدا کے فضل سے صفدر جنگ اور سورج مل دو تین ماہ کے بعد ناکام واپس ہوئے اور صلح و موافقت کی داغ بیل ڈالی۔ چونکہ بادشاہ کے آدمی جنگ سے تھک چکے تھے اس لیے انہوں نے صلح کو غنیمت شمار کیا۔ اس کے بعد سے سورج مل کی شوکت ترقی پا گئی۔ دہلی سے دو کوس کے فاصلے سے لے کر آگرہ کے آخر تک طول میں اور میوات کے حدود سے فیروز آباد و شکوہ آباد تک عرض میں سورج مل قابض ہو گیا۔ کسی کی طاقت نہیں کہ وہاں اذان و نماز جاری کر سکے۔ ایک سال ہوا کہ قلعہ اور جو کہ تمام میوات کی خبر گیری کے لیے ایک جائے بلند تھی سورج مل اس کو بھی اپنے قبضے میں لے آیا۔ ارکانِ سلطنت میں سے کسی کی مجال نہ ہوتی کہ وہ اس کام کو روک دیتا —— یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہندوستان کے غیر مسلموں کا حال تھا۔ رہا مسلمانوں کا حال وہ یہ ہے کہ نوکرانِ بادشاہ جو کہ ایک لاکھ سے زائد تھے۔ ان میں پیادہ و سوار بھی تھے اہلِ نقدی و جاگیردار بھی تھے بادشاہوں کی غفلت سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ جاگیردار اپنی جاگیروں پر عمل و دخل نہیں پاتے۔ کوئی غور نہیں کرتا کہ اس کا باعث بے عملی ہے۔ جب خزانہ بادشاہی نہیں رہا، نقدی بھی موقوف ہو گئی آخر کار سب ملازمین تتر بتر ہو گئے اور کاسہ گدائی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطنت کا بجز نام کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ جب ملازمینِ بادشاہ کا یہ بُرا حال ہے تو تمام دیگر اشخاص کے حال کو جو کہ وظیفہ خوار یا سوداگر یا اہل صنعت ہیں انہیں پر قیاس کر لینا چاہیئے کہ کس حد تک خراب ہو گیا ہو گا۔ طرح طرح کے ظلم اور بے روزگاری میں یہ لوگ گرفتار ہیں۔ علاوہ اس تنگی اور مفلسی کے جب سورج مل کی قوم نے اور صفدر جنگ نے مل کر دہلی کے پرانے شہر پر دھاوا بولا یہ غریب سب کے سب بے خانماں، پریشان اور بے مایہ ہو گئے پھر متواتر آسمان سے قحط نازل ہوا۔ غرضیکہ جماعتِ مسلمین قابلِ رحم ہے۔ اس وقت جو عمل دخل سرکار بادشاہی میں باقی ہے وہ ہنود کے ہاتھ میں ہے کیونکہ مستعدی اور کارکن سوائے ان کے اور کوئی نہیں ہے۔ ہر قسم کی دولت و ثروت ان کے گھروں میں جمع ہے۔ افلاس و مصیبت کا بادل مسلمانوں پر چھا رہا ہے۔ حاصل کلام یہ

ہے کہ ملک ہندوستان میں غیر مسلموں کے غلبہ کی نوعیت یہ ہے جو معرضِ بیان میں آئی اور مسلمانوں کا ضعف اس حد تک پہنچ گیا ہے جو لکھا گیا۔ اس زمانہ میں ایسا بادشاہ جو صاحب اقتدار و شوکت ہو اور لشکرِ مخالفین کو شکست دے سکتا ہو۔ دور اندیش اور جنگ آزما ہو سوائے آنجناب کے کوئی اور موجود نہیں ہے۔ یقینی طور پر جناب عالی پر فرض عین ہے ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضعفائے مسلمین کے غیر مسلموں کو پنجے سے آزاد کرنا۔ اگر غلبۂ کفر معاذاللہ اس انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے اور تھوڑا زمانہ نہ گزرے گا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز نہ ہو سکے گی۔ یہ بھی ایک بلاءِ عظیم ہے۔ اس بلاءِ عظیم کے دفع کرنے کی قدرت بفضلِ خداوندی جناب کے علاوہ کسی کو میسّر نہیں۔ ہم بندگانِ الٰہی حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع گردانتے ہیں اور خدائے عزّوجل کے نام پر التماس کرتے ہیں کہ ہمت مبارک کو اس جانب متوجہ فرما کر مخالفین سے مقابلہ کریں تاکہ خدا تعالیٰ کے یہاں بڑا ثواب جناب کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی فہرست میں نام درج ہو جائے۔ دنیا میں بے حساب غنیمتیں ملیں اور مسلمان دستِ کفار سے خلاصی پا جائیں۔ خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو کہ وہ مسلمانوں کو زیر و زبر کرے گا اور مرہٹہ و جٹ کو سالم و غانم چھوڑ کر چلتا بنا۔ نادر شاہ کے بعد سے مخالفین قوت پکڑ گئے اور لشکرِ اسلام کا شیرازہ بکھر گیا اور سلطنت دہلی بچوں کا کھیل بن گئی۔ پناہ بخدا اگر قوم کفار اسی حال پر رہے اور مسلمان ضعیف ہو جائیں تو اسلام کا نام بھی کہیں باقی نہ رہے گا۔ خدا تعالیٰ مجاہدین کی صفت میں فرماتا ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحماء بینہم (سورۃ الفتح) یعنی وہ غیروں پر سخت دل ہیں اور اپنوں پر مہربان ہیں۔" اس جماعت کے وصف میں جو مرتدوں کا مقابلہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یاایہا الذین امنوا من یرتدّ منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃٍ علی المومنین اعزّۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم (سورۃ المائدہ آیت ۵۴) (ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کوئی پھر جائے گا تم میں سے دین اپنے سے پس البتہ لائے گا اللہ ایک قوم کو کہ پیار کرتا ہے ان کو اور پیار کرتے ہیں وہ اس کو۔ نرمی کرنے والے ہیں اوپر مسلمانوں کے اور سختی کرنے والے ہیں اوپر کافروں کے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈریں گے)

اس سے معلوم ہوا کہ فتح اسلام اس جماعت کو نصیب ہوتی ہے جس کی یہ شان ہو کہ اگر کسی جگہ مسلمان ہوں ان کو وہ اپنے بیٹوں اور سگے بھائیوں کی طرح رکھے اور مخالف کے مقابلے میں وہ شیر نر کی مانند ہو، پس واجب ہے کہ ان مجاہدات میں تقویتِ اسلام کی نیت کر لی جائے۔ جب افواج قاہرہ ایسے مقام پر پہنچیں جہاں پر مسلمان اور غیر مسلمان دونوں رہتے ہوں چاہیئے کہ منتظمین خاص طور پر ایسے مقام پر متعین ہوں اور ان کو تاکید کی جائے کہ جو ضعیف مسلمان قریوں میں ساکن ہیں ان کو قصبوں اور شہروں میں لے آئیں پھر منتظمین قصبوں اور شہروں پر مقرر کیے جائیں جو اس بات کی کڑی نگرانی کریں کہ کسی مسلمان کا مال نہ لوٹا جائے اور کسی مسلمان کی عزت میں فرق نہ آنے پائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے نزدیک تمام دنیا کا زوال قتل مسلم کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ حضرت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بقصد عمرہ جب حدیبیہ تشریف لے گئے اور کفارِ قریش مکہ کے داخلے سے مانع آئے۔ آخر الامر کفار سے صلح ہوئی۔ اگرچہ بعض بڑے صحابہؓ میں ایسے تھے جن کی حمیتِ دینی جوش میں آئی اور اس صلح پر راضی نہیں ہوئے تھے لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قول پر التفات نہیں فرمایا اور صلح کر لی۔ جب اس سفر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو سورۃ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں صلح کی حکمت اور تاخیر فتح کی وجہ ظاہر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورۃ الفتح آیت ۲۵): اور اگر (مکہ میں اس وقت) بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پیان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا تو سب طے کر دیا جاتا۔ ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ

یعنی چونکہ مسلمانوں کو مضرت پہنچنے کا اندیشہ تھا حکمتِ الٰہی نے تقاضا کیا کہ اس مقصد کو مہلت کے ساتھ انجام دیا جائے تاکہ منکرین کسی طرح قبولِ اسلام کر لیں اور مسلمان مجاہدین کے غلبہ سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے دو سال بعد مکہ فتح ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ (دس) ہزار اشخاص کے ساتھ مکہ کے قریب پہنچے اور اہلِ مکہ بہر طور داخلِ اسلام ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اس واقعہ صلح حدیبیہ و فتح مکہ میں بادشاہان دور اندیش کو حکمت کی عجیب و غریب تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کے اختلاط کے مقام پر حلم کا معاملہ کرنا چاہیئے۔

پہلے مخالفین اسلام کو جو مسلمانوں پر تسلط جمائے ہوئے ہیں متفرق کریں۔ بعد ازاں مسلمان خود بخود بادشاہ عادل و
دور اندیش کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں گے الخ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا یہ مکتوب احمد شاہ ابدالی کے نام ہے جس میں آپ

تبصرہ

اس کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب ایک عظیم مصلح
تھے۔ بادشاہ موصوف کے سامنے ہندوستان کے حالات پیش کر دیے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب ہندوستان
میں مرہٹوں اور جاٹوں کے غلبہ اور مسلمانوں کی زبوں حالی اور پستی سے بہت پریشان تھے۔ آپ ہندوستان
میں اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ عالم اسباب کے پیش نظر بادشاہ کو کتاب و سنت کی
روشنی میں ہدایت فرما رہے ہیں۔ آپ نے احمد شاہ ابدالی کو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کا راستہ دکھایا ہے آپ
کے سامنے غلبۂ اسلام کے لیے مسلم بادشاہوں کے فرائض میں سیرتِ نبویؐ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین کے حالات میں ایک کامل معیاری نمونہ موجود ہے اور آپ اس کی پیروی کے لیے پُرزور دعوت
دے رہے ہیں۔ یہ ہے اسلامی سیاست جس کی پیروی کر کے عادل بادشاہ قیامت میں عرش کے سایہ میں ہوں
گے۔ اس کے برعکس دورِ حاضر کی مروجہ جمہوری سیاست پر نظر دوڑائیں اور اس کے نتائج کو دیکھیں۔ سندھ
میں گویا کہ ڈاکوؤں کا راج ہے۔ پنجاب میں بھی ڈاکے اور دھماکے ہو رہے ہیں۔ اُدھر مقبوضہ کشمیر میں مسلم خواتین
کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ بھارت میں کروڑوں مسلمان مظلومانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ عالم عرب بھی زوال پذیر
ہے۔ عراق کے صدام نے اپنے احمقانہ اقدام سے ایک مؤثر فوجی قوت فنا ک[illegible] ہے۔ سعودی اور کویتی
حکمرانوں نے اپنی فوجی قوت نہ بنائی اور وہ امریکہ کے دست نگر ہو گئے۔ (۲) اسلام کے نام پر جو مختلف
فرقے ہیں ان میں اہل حق اہل سنت والجماعت ہی ہیں۔ اہل سنت تعداد میں بھی عظیم اکثریت رکھتے ہیں
اور اہل سنت کی ہی شاندار ماضی کی تاریخ ہے۔ عقیدہ خلافت راشدہ سنی مسلمانوں کے عقائد میں داخل
ہے۔ اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ جنتی ہیں۔ سب کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ
کی قرآنی سند عطا کی گئی ہے لیکن آج پاکستان میں باوجود عظیم اکثریت کے اہل سنت والجماعت عموماً
اپنے مقصد اور مشن سے غافل ہیں۔ ہمارے سنی سیاسی زعماء، قومی و صوبائی اسمبلی کے ممبران، وزراء،
صدر اور وزیراعظم جمہوریت، جمہوریت کا راگ تو الاپتے ہیں لیکن خلافت راشدہ کا نام نہیں لیتے۔ کتاب و
سنت کا نعرہ تو لگاتے ہیں لیکن سیاسی سٹیج اور قومی اجتماع میں جماعتِ صحابہؓ کا اشارتاً بھی ذکر نہیں

کرتے حالانکہ حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کے لیے ما انا علیہ واصحابی کے دو نشان بتائے ہیں یعنی امتِ محمدیہ میں سے وہی لوگ جنت میں جائیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اصحابؓ کے طریقے کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ اور افتراق وانتشار کے دور میں اور خصوصاً مسلم سربراہانِ مملکت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین (تم پر میری سنت اور میرے بعد جو ہدایت یافتہ خلفاء راشدین ہوں گے ان کی سنت (طریقہ) کی پیروی لازم ہے) لیکن اس ارشادِ نبویؐ پر عمل تو کجا، اہلِ اقتدار اس کا ذکر کرنے کی بھی جرأت نہیں رکھتے۔ جب صحابہ کرام اور حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے وفائی کا یہ حال ہے تو اسلامی شرعی حکومت کا نظام پاکستان میں کون قائم کرے گا۔ صرف شریعت بل کا نام لینے اور اپنی صوابدید کے مطابق اس کا مسودہ تیار کرنے اور قومی اسمبلی میں اس کو منظور کرانے سے صحیح شرعی نظام کی نعمت اہلِ پاکستان کو کیونکر حاصل ہوگی

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں — ایں خیال است ومحال است وجنوں

(۳) ائمہ اثنا عشر (بارہ امام) کی امامت کو منصبِ نبوت سے افضل ماننے والی اور ان بارہ اماموں کو انبیاء سابقین علیہم السلام سے افضل ماننے والی شیعہ قوم ایک منظم طریق سے امہات المومنین صحابہ کرام اور خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف تقریری اور تحریری طور پر زہر اگل رہی ہے۔ پاکستان کے شیعہ مصنفین و مجتہدین کی تصانیف میں جماعت صحابہ کرامؓ کو کھلی خارجیت کا نشانہ بنایا گیا ہے لیکن اہلِ حکومت باوجود اس علم کے ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ان کی تمام تر جد وجہد تو عموماً اپنے اقتدار کے تحفظ وبقا کے لیے ہوتی ہے شیعہ خارجیت کا احساس تو کئی لوگوں کو ہے لیکن اس کے ردعمل میں بعض وہ لوگ ہیں جو حمایت یزید کے ذریعہ شیعہ خارجیت کو شکست دینا چاہتے ہیں۔ گویا کہ ان کے نزدیک اصلاحِ امت کے لیے یزید کو صالح وراشد خلیفہ ماننا اور اس کا دفاع کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ دراصل محمود احمد عباسی اور اس کی ذہنیت کے لوگ ہیں جن کا گویا کہ اوڑھنا بچھونا یزیدیت ہے۔ حالانکہ یزید کوئی صحابی نہیں ہے اور جمہور اہل سنت کے نزدیک وہ فاسق تھا۔ علامہ ابن خلدون کے نزدیک اس کے فاسق ہونے پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق تھا تو حمایت ودفاع یزید کا محاذ نتیجتاً شیعوں کے خلاف نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے خلاف ثابت ہوتا ہے اور اکثر حامیانِ یزید ترقی کر کے خارجیت اختیار کر چکے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

اس کے علاوہ بعض حساس لوگوں نے شیعہ خارجیت کے خلاف محاذ بنایا لیکن وہ غلو کا شکار ہو گئے اور

انہوں نے شیعہ جارحیت کے ردعمل میں کافر کافر شیعہ کافر کا مشن اختیار کر لیا۔ گو مولانا حق نواز صاحبؒ مرحوم نے شیعہ جارحیت کے خلاف جذبات سے مغلوب ہو کر یہ طریق اختیار کیا تھا لیکن سپاہِ صحابہ نے اس کو مستقل طور پر اپنا لیا اور جو سنی یہ طریق کار اختیار نہ کرے اس کو وہ ہدف تنقید بناتے ہیں۔ مناظر اہل سنت حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی صدر تنظیم اہل سنت پاکستان نے سالہا سال ردِ شیعیت میں تقریریں کی ہیں اور علمی مناظروں میں انہوں نے بڑے بڑے شیعہ مناظرین کو مجمع عام میں شکست دے کر سنی مذہب کی حقانیت ثابت کی ہے لیکن سپاہ صحابہ کے جذباتی نوجوانوں کے نزدیک ان کی اس جدوجہد کا کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ وہ ان کے طریق پر کافر کافر شیعہ کافر کا وظیفہ نہیں پڑھتے۔ ہمارے نزدیک سپاہ صحابہؓ کی موجودہ قیادت ناقابلِ اعتماد ہے۔ جو مخلص سنی نوجوان عظمتِ صحابہؓ کے جذبہ سے جماعت میں شامل ہوئے ہیں ان کے لیے صحیح طریق عمل کا نمونہ سامنے نہیں ہے اور کافر کافر شیعہ کافر کے مشن سے الٹا شیعوں کو تقویت مل رہی ہے پہلے وہ کھلم کھلا صحابہ پر تبرا بازی نہیں کر سکتے تھے لیکن کافر کافر شیعہ کافر کے ردعمل میں ان کو نہ صرف اکابر امت بلکہ صحابہ کرامؓ پر تبرا بازی کا موقع مل گیا ہے۔ کاش کہ سپاہ صحابہؓ کے زعماء اس المیہ کو سمجھ لیتے اور صحابہ کرامؓ کی مقدس ہستیوں پر شیعوں کو تبرا بازی کا موقع نہ مہیا کرتے۔

اور پھر ایک اور حیرت انگیز امر یہ ہے کہ مولانا حق نواز مرحوم اور مولانا ایثار القاسمی صاحب مرحوم کے فوٹو عید کارڈ کے ذریعے ملک میں پھیلائے جا رہے ہیں۔ ان کے فوٹو بیجوں میں لگا کر سینہ پر چسپاں کرتے ہیں حالانکہ صحابہ کرامؓ تو بُت فروش نہیں بُت شکن تھے۔ کئی علماء ان خرابیوں کو سمجھتے ہیں لیکن خاموش ہیں حالانکہ سنی جوانوں کی اصلاح کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری ہے ؎

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں　　ہمیں ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

باقی رہے بعض سیاسی علمائے اسلام تو بعض تو ان میں سے صدر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ ساجد نقوی کے پیچھے نماز پڑھ کر وحدت امت کی دعوت دے رہے ہیں اور بعض رمضان مبارک کی افطار پارٹی میں امریکی سفارت کاروں کو دعوت دے کر ان کے واسطہ سے اسلام کا نام بلند کرنے میں مصروف ہیں۔ فرمائیے سوادِ اعظم اہل سنت کے لیے کس قدر عظیم ابتلاء درپیش ہے۔ حق تعالیٰ اپنی خصوصی رحمت سے اہل السنت والجماعت کو عصری فتنوں سے نجات عطا فرمائیں اور اس اسلام حقیقی کو غلبہ نصیب ہو جو صحابہ کرامؓ کے واسطہ سے مابعد کی امت تک پہنچا ہے۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

خادم اہل سنت　مظہر حسین　۵ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ

افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ　　　مرتب : ماسٹر منظور حسین عفی عنہ ساہیوال (سرگودھا)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات اور ازالہ شبہات

قسط نمبر ۵

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی سچی توبہ

ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ صحاح میں موجود ہے کہ ان سے زنا کی حرکت صادر ہوگئی تھی فوراً بے قرار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجمع عام میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) طَهِّرْنِيْ فَقَدْ هَلَكْتُ " یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں تباہ ہوگیا مجھے پاک فرما دیجئے - تنہائی میں بھی نہ کہا - ایسے خدا کے خوف سے بے چین ہوئے کہ مجمع عام میں آکر زنا کا اقرار کیا - نہ آبرو کا خیال کیا نہ بدنامی کا　؎　عاشقِ بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا

(از وعظ شکر النعمہ بذکر الرحمۃ الرحمہ)

گناہ تو مقتضائے بشریت ہوگیا ، اس میں تو وہ اور سب گنہگار برابر ہیں لیکن فوراً تنبہ ہوگیا - اس تنبہ کو سنیے ، ذرا اس میں بھی تو کوئی گنہگار ان کی برابری کر کے دکھلا دے لیکن کیا منہ ہے کسی کا جو اس میں برابری کر سکے - یہ ان کی ہی آتشِ ایمانی تھی کہ رُک نہ سکی - جیسے بارود ہوتی ہے کہ پہاڑ کے اندر بھی رُک نہیں سکتی - ذرا سی بارود سے سرنگ اڑائی جاتی ہے جو وزن میں کچھ ماشوں سے زیادہ نہیں ہوتی لیکن ہزاروں من کے پتھروں کو ایسا اُڑا دیتی ہے جیسے رُوئی کے گالے اڑتے ہیں حضرت ماعزؓ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور اپنے منہ سے اپنی خطا کا اقرار کیا - ایسے حیادار آدمی سے ایسے گناہ کا اظہار ہی مشکل ہے مگر وہاں سب مشکلیں آسان تھیں وہاں تو عشق الٰہی تھا

مرحبا اے عشق خود سودائے ما　　　اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما　　　اے تو افلاطون و جالینوس ما

سب جانتے ہیں کہ جہاں عشق ہے وہاں ناموس کا کیا پتہ؟ خود اپنے منہ سے اقرار کیا اور ایک اقرار نہیں بلکہ حضورؐ نے ایک دفعہ سن کر چہرہ مبارک پھیرا۔ انہوں نے دوبارہ پھر اقرار کیا۔ پھر حضورؐ نے چہرہ مبارک پھیر لیا۔ سہ بارہ اقرار کیا۔ حضورؐ نے مقتضائے شان رحمۃ للعالمین ان کو رجم سے بچانا چاہا تھا لیکن کیا کیجئے کہ عشق ان کی جان پر کھیل چکا تھا۔ کسی طرح تسلی نہ ہوئی سوائے اس کے کہ رجم کا حکم کیا جاوے۔ تین دفعہ اقرار کیا پھر چوتھی دفعہ اقرار کیا۔ (از وعظ ذم المکروہات صـ۲۳)

حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ان کی بات پر توجہ نہیں فرمائی۔ ہر بار آپؐ نے ٹالنا چاہا اور یہ فرمایا کہ شاید تم نے چھو لیا ہوگا۔ شاید تم نے بوسہ لیا ہوگا کیونکہ حضورؐ چاہتے تھے کہ اس پر حد قائم نہ ہو۔ خدا سے توبہ استغفار کرلے کیونکہ اس سے بھی گناہ معاف ہو سکتا ہے مگر ان کو تو خدا پر جان فدا کرنے کی دھن لگی ہوئی تھی۔ صاف صاف لفظوں میں بیان کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس طرح کیا۔ تب آپؐ نے مجبور ہو کر حکم دیا کہ ان کو باہر میدان میں لے جا کر رجم کرو۔ یعنی پتھر مار مار کر جان سے مار ڈالو۔ اس وقت کسی صحابیؓ کے بدن پر ان کے خون کی چھینٹ آپڑی تھی تو ان کی زبان سے کوئی سخت لفظ (حضرت ماعزؓ) کی شان میں نکل گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ "ماعزؓ اسلمی نے ایسی کامل توبہ کی ہے کہ اگر سارے مدینے والوں پر بھی اس کو تقسیم کیا جاوے تو سب کی مغفرت ہو جاوے"۔ ظاہر ہے کہ ایک شخص کی توبہ کے جب اس قدر حصے کیے جائیں گے تو بظاہر ہر شخص کے کیا بانٹے آئے گا؟ مگر (حضرت ماعزؓ) کی توبہ اس قدر کامل توبہ تھی کہ اس کے ہزارہا حصے کرنے کے بعد بھی ہر حصہ ایک مسلمان کی مغفرت کے لیے کافی تھا تو ان کے لیے تو کیا کچھ ہوا ہوگا؟ بھلا ایسی خطا کو کوئی خطا کہہ سکتا ہے جس سے ایسی توبہ کاملہ نصیب ہو؟

ع این خطا از صد صواب اولیٰ تر است (یہ خطا سو صواب سے بہتر ہے) (از وعظ شکر النعم)

اس شبہ کا ازالہ کہ انہوں نے توبہ کیوں نہ کرلی

(حضرت ماعزؓ) کے دل میں اس بات کا وسوسہ تک نہ گزرا کہ توبہ کر کے خاموش ہو جاتے۔ توبہ تو وہ چیز ہے کہ شرک تک کو مٹا دیتی ہے زنا تو کس درجہ میں۔ کیا یہ مسئلہ ان کو معلوم نہ تھا؟ کہ توبہ سے ہر گناہ بڑے سے بڑا بھی معاف ہو جاتا ہے۔ ہم کو تو یہ مسئلہ رٹا رٹایا معلوم ہے صحابہؓ پر تو خود گذرا ہوا تھا۔ جو واقعہ اپنے اوپر گزر جاتا ہے اس کا حکم آدمی کو خوب یاد رہتا ہے۔ بخلاف سنے سنائے اور کتاب میں پڑھے ہوئے مسئلہ کے۔ حضرات صحابہؓ پہلے اسلام سے علیحدہ تھے پھر حضورؐ کی بدولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ سب سے پہلا جو ان کو مسئلہ معلوم ہوا وہ یہی تھا کہ توبہ سے کفر و شرک

معاف ہوگیا۔ پھر یہ کہنے کی کہاں گنجائش ہے کہ حضرت ماعزؓ کو یہ معلوم نہ تھا کہ توبہ سے گناہ معاف ہو سکتا ہے؟ یہ ضرور معلوم تھا لیکن غلبۂ خوفِ خداوندی نے ان کو بھلا دیا۔ جیسے کوئی شخص شیر کے شکار کو جائے اور بندوق اور کارتوس اور سب ہی کچھ سامان اس کے پاس ہو لیکن شیر جب اس کے سامنے آتا ہے تو اس کی ہیبت تمام دماغی خیالات کو مٹا دیتی ہے اور یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس کی مدافعت کے لیے کیا کیا آلات میرے پاس موجود ہیں … بس اس مثال میں اس اشکال کا جواب بخوبی موجود ہے کہ حضرت ماعزؓ نے توبہ کیوں نہ کر لی اور رجم کی بلا کیوں سر لی؟ خوفِ خداوندی تو وہ چیز ہے کہ تمام ضابطوں کو بھلا دیتا ہے چنانچہ حضورؐ کے حکم سے ان کو رجم کیا گیا اور اس بندۂ خدا نے ایک گناہ کے عوض جان دے دی۔ اب اس کام میں بھی تو وہ لوگ ان کی برابری کریں جو اُن کی برابری گناہ میں کرتے ہیں؟ جان تو بڑی چیز ہے۔ دو چار پیسہ جرمانہ ہی کے طور پر گناہ پر دے دیں تو ہم جانیں۔ یہ فرق ہے طالبِ خدا اور غیر طالبِ خدا کے گناہ میں۔ حق تعالیٰ نے نفس و شیطان کے ساتھ ذکرِ رحمٰن بھی لگایا ہُوا ہے۔ گناہ سرزد ہوتے ہی وہ بھی حرکت میں آجاتا ہے اور بدون شیطانی اثر مٹائے چین نہیں لیتا۔ چنانچہ یہ مضمون بعینہٖ ایک آیت میں ہے ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون۔ جو لوگ اہلِ علم ہیں اور علم معانی سے مس رکھتے ہیں وہ اس آیت کے الفاظ میں غور فرمائیں کہ "اذا" اور "ان" میں فرق یہ ہے کہ "اذا" شرط یقینی پر آتا ہے اور "ان" شرط مشکوک پر۔ ثابت ہُوا کہ مَسِ شیطان متقین کے لیے بھی یقینی الوقوع ہے۔ ایک تو یہ، اور دوسرے فاذا هم مبصرون کو خیال فرمائیے وہاں تو مَس فرمایا اور نتیجہ میں فرمایا مبصرون، معنی یہ ہوئے کہ متقین کی شان یہ ہے کہ جب ان پر شیطان کا ذرا بھی اثر ہو جائے تو فوراً ہی متنبہ ہو جاتے ہیں تو غیر متقین اور متقین میں یہ فرق ہو گیا کہ مَسِ شیطان تو دونوں میں موجود ہے مگر متقین میں تنبہ بھی ہے اور غیر متقین میں تنبہ نہیں بلکہ مَس کا لفظ بتلاتا ہے کہ متقین شیطان کے ذرا سے اثر سے بھی کامل طور پر متنبہ ہو جاتے ہیں۔ مَس چھُونے کو کہتے ہیں اور غیر متقین ہم جیسے چھونے سے تو کیا متنبہ ہوں گے۔ صریح گناہ کرنے سے بھی ڈکار نہیں لیتے۔ غرض اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نفس و شیطان کے داؤں میں متقین کا آجانا بھی تعجب کی بات نہیں۔ اسی بنا پر حضرت ماعزؓ بن مالک سے گناہ ہو گیا۔ اس سے ان کی شان میں کوئی منقصت لازم نہیں آتی بلکہ الذین اتقوا کی بشارت ان کے واسطے ثابت ہے کیونکہ مَسِ شیطان کے ساتھ ان میں "فاذا هم مبصرون" کا وجود

بھی ہوا اور یہی شان ہے متقین کی اور ایسا تنبہ ہوا کہ گناہ کی زہریں بدون جان دیے چین ان کو نہ آیا۔۔۔۔۔
دیکھئے یہ ہے تنبہ۔ (از وعظ ذم المکروہات ص۲۵)

صحابہ رض کی معصیت پر کس کا منہ ہے جو اپنی معصیت کو قیاس کرے۔ ان حضرات کی معصیت تو بکاملہ کا سبب بن جاتی تھی جس سے ان کو مقام توبہ جو بڑا عالی مقام ہے نصیب ہوتا تھا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ معصیت سبب قریب خیر کا ہو سکتی ہے؟ نہیں نہیں معصیت ہمیشہ موجب شر ہی ہوتی ہے کہ سبب سخط حق ہے مگر کبھی سبب بعید خیر کے لیے بن جاتی ہے۔ اس طرح کہ معصیت سے خدا تعالیٰ ناراض ہوئے اور اس شخص کو اپنے دل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ خدا تعالیٰ ناراض ہیں۔ اس سے بے چین ہو گیا اور ایسی ندامت طاری ہوئی جو کبھی نہ ہوتی تھی۔ اس وقت حق تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو جاتی ہے اور پہلے سے زیادہ مقامات عطا ہو جاتے ہیں تو اس طرح وہ معصیت سبب بعید خیر بن گئی۔

ضروری نوٹ

ہم آپ کے بے حد ممنون ہیں کہ آپ حضرات حق چار یار رض کے مستقل خریدار ہیں۔ آپ کو پچھلے ماہ مطلع کیا گیا تھا کہ آپ کا سالانہ چندہ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کے پرچہ پر ختم ہو گیا لیکن بعض حضرات کا سالانہ چندہ ابھی تک ہمیں موصول نہیں ہوا لہٰذا مہربانی فرما کر آئندہ سال کا چندہ جلد از جلد ارسال کر کے مذہب اہلسنت کی حفاظت میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔

حافظ حبیب احمد قریشی

قسط نمبر ۹

مولانا قاضی شمس الدین درویش ونیریدی اٹوہ

(حضرت مولانا)
قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

ماہنامہ "حق چار یارؓ" کے سابقہ شمارے میں اس مضمون کی قسط ۸ شائع ہو چکی ہے جس کے آخر میں حافظ ابن کثیر محدثؒ کی کتاب البدایہ والنہایہ جلد ہفتم کی وہ عبارت درج کی گئی ہے جس میں ابن کثیرؒ نے حکمین کے متعلق زیر بحث روایت کو موضوع قرار دیا ہے اور سند کے اعتبار سے ایک راوی زکریا بن یحیٰی کو مجروح قرار دیا ہے۔ اس کے جواب میں بندہ نے حافظ ابن حجرؒ کی تہذیب التہذیب سے لاباس بہ کے تحت اس کا قابلِ اعتماد ہونا ثابت کیا ہے۔

(۲) درایت کے اعتبار سے حافظ ابن کثیر محدثؒ نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے: اذ لو کان هذا معلوماً عند علیؓ لم یوافق علیٰ تحکیم الحکمین حتی لا یکون سبباً لاضلال الناس کما نطق به هذا الحدیث (یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمین کا فیصلہ لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے گا اگر حضرت علیؓ کو یہ معلوم ہوتا تو وہ حکمین کے تقرر کو ہی قبول نہ کرتے) لیکن حافظ ابن کثیرؒ کا اس میں تسامح پایا جاتا ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیش گوئی فرمادیا کہ حکمین اس میں خطا کریں گے تو پیش گوئی تو بہر حال پوری ہونی تھی اور کوئی تدبیر تقدیر کو رد نہیں کر سکتی اس لیے حضرت علی المرتضیٰؓ یہ سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ کسی تدبیر سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا نہ ہونے دیا جائے اور غالباً اسی پیشگوئی کا تقاضا تھا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے حکمین کی تجویز کو قبول کر لیا۔

(۳) اور جب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ضل کی مراد واضح کر دی کہ ان حکمین سے

اجتہادی خطا ہوئی اور اجتہادی خطا پر بھی حسب حدیث نبویؐ ایک اجر ملتا ہے تو کوئی اہل علم تو اس حدیث کے مفہوم پر اعتراض نہیں کر سکتا، باقی رہے جناب درویش اور ان کے ہم نوا زدہ تو جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ واللہ الھادی

خارجی فتنہ حصہ اوّل کی عبارتیں

مولانا قاضی شمس الدین صاحب درویش سے تحریری بحث کی ابتدا یزید کے بارے میں ہوئی تھی اور اس سلسلے میں میرے بعض جوابی خطوط اٹھائیس اور تیس صفحات پر بھی مشتمل تھے۔ انہوں نے دفاعِ یزید کے جذبہ میں اپنی جہالت سے تین چار یزیدی کمانڈروں کو صحابی قرار دیا اور مہلب محدث کو بھی صحابی سمجھا جس میں ان کو زک اٹھانا پڑی۔ بحث فسق یزید میں قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ پر بھی ضمناً روشنی ڈالی گئی۔ اس میں بھی انہوں نے چار خلفاء راشدین کی خلافت کو منصوصہ نہیں بلکہ منصوبہ قرار دیا اور ناصبی کے معنی میں بھی ان کو پریشانی اٹھانی پڑی اور اسی قسم کی پریشانیوں کے ازالہ کے لیے انہوں نے میری تصنیف خارجی فتنہ حصہ اوّل کی بعض عبارتوں کو ہدف تنقید بنایا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مکتوب محررہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ (۲۵ ستمبر ۱۹۸۴ء) میں لکھا کہ: باعث تصدیع یہ ہے کہ آج رات بعد عشاء آپ کی تصنیف خارجی فتنہ حصہ اوّل دیکھ رہا تھا ص۴۵۵ پر یہ عبارت نظر پڑی: حضرت علیؓ کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا۔" پھر دو سطر بعد: اللہ کے مقرّر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے"۔ تو یقین جانیے کہ فقیر سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ اس لیے نہیں کہ حضرت علیؓ خلیفہ راشد نہ تھے۔ وہ یقیناً خلیفہ راشد تھے لیکن بے خیالی میں دو جلیل القدر صحابہ یعنی نمبر۱ قائد غزوہ ذات السلاسل حضرت عمروؓ بن العاص جن کی ماتحتی میں حضرات شیخین اور امین الامّت حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح جیسے عشرہ مبشّرہ کے انتہائی اکابر صحابہ بھی تھے اور کتنے دن رات یہ سب صحابہؓ حضرت عمروؓ بن العاص کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے رہے اور نمبر۲ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری جیسے اکابر کو گنہگار، اور یقیناً نافرمانی کرنے والے قرار دے دیا گیا اور قرار کس نے دیا پندرھویں صدی کے ایک ممبی عالم نے، تو یقین مانیے رات بھر نیند نہیں آئی آخر دو بجے اٹھ بیٹھا اور آپ کو یہ عریضہ لکھنا شروع کر دیا۔ مثل مشہور یاد آئی۔ ایاز قدر خود را

بشناس الخ (۲) پھر ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ (۳ فروری ۱۹۸۵ء) کے مکتوب میں جناب درویش نے لکھا کہ: آپ نے کتاب خارجی فتنہ میں آیت استخلاف و تمکین کی تشریح میں زور تحریر سے حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت ابوموسیٰؓ اشعری کو گناہگار تک لکھ دیا جو ازحد افسوسناک ہے۔ ترتیب خلافتِ راشدہ کا اس طرح منصوص ہونا اکابر صحابہؓ تک کو معلوم نہ تھا۔ اکابر انصار نے طے کر لیا تھا کہ خلیفہ انصار میں سے ہوگا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوئی کہ اس نے حضرات شیخینؓ کو وہاں پہنچا دیا اور لفظی رد و کد کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو گئے ——— چونکہ بعد کی امت نے حضرت علیؓ کو چوتھا خلیفہ راشد تسلیم کر لیا تھا لہٰذا بعد کے اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علیؓ تھے الخ

(۳) پھر یکم رجب ۱۴۰۵ھ کے مکتوب میں درویش صاحب موصوف نے لکھا: برلوری ضلع میانوالی کا لکھا ہوا گرامی نامہ محررہ ۲۵ جمادی الثانیہ ۱۴۰۵ھ ملا۔ خیریت معلوم ہو کر مسرت ہوئی۔ طالب دعا بھی بحمد اللہ بخیریت ہے ——— آپ نے تحریر فرمایا کہ: خارجی فتنہ حصہ اول کی بعض عبارتوں سے آپ کے شبہات کا ازالہ ہو گیا ہے" محذوما۔ لاریب کہ کتاب آفتاب ہدایت کے بعد کتاب دفاع حضرت معاویہؓ فتنہ رفض کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار ہے۔ لیکن یہ اپنی جگہ پر ہے اور اس سے خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۵۵ کی وہ عبارتیں جو آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور قائد غزوۂ ذات السلاسل حضرت عمروؓ بن العاص کو جن کی فوج میں حضرات شیخینؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ جیسے جلیل القدر صحابی تھے (۱) ناجائز کام کرنے والے (۲) گناہ کا کام کرنے والے (۳) سخت نافرمانی کرنے والے (۴) اور حکم خداوندی کے خلاف کرنے والے جیسے نامناسب جملے لکھے ہیں کتاب دفاع حضرت معاویہؓ سے ان کا کوئی ازالہ نہیں ہوتا نہ ہو سکتا ہے الخ (۴) پھر مکتوب محررہ ۶ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ (۶ نومبر ۱۹۸۹ء) میں لکھا کہ: جناب نے خارجی فتنہ حصہ اول از ص ۴۵۴ تا ص ۴۵۹ خصائص بیہقی سے جو روایت ص ۴۵۶ پر نقل کی ہے وہ امام ابن کثیرؒ کی تحقیق کے مطابق منکر اور موضوع ہے ——— اگر آپ کی صحت اجازت دے تو آپ یہ دونوں مقامات دیکھ سکتے ہیں ——— پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وضوح حق کے بعد یہ تین صفحات از ص ۴۵۶ تا ص ۴۵۸ سے رجوع فرمائیں اور اس کا اعلان

رسالہ "حق چاریارؓ" میں بھی کیا جا سکتا ہے اور دونوں صحابہؓ کی روح سے بھی معافی مانگیں"۔ (قاضی صاحب درویش کے اس خط کی متعلقہ پوری عبارت زیر بحث مضمون قسط ۸ میں نقل کی جا چکی ہے)۔

(۵) قاضی شمس الدین درویش موصوف نے حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مہتمم مدرسہ حقانیہ ساہیوال کے نام اپنے مکتوب محررہ ۱۶۵/ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں بعنوان "قاضی مظہر صاحب کی بات" یہ لکھا کہ: ابتداء میں فقیر کو قاضی مظہر حسین صاحب سے بڑی عقیدت تھی۔ پھر مکاتبت شروع ہوئی پھر خارجی فتنہ حصہ اول میں حضرات حکمین کے متعلق تلخ نوائی پڑھی تو دل کھٹا ہو گیا جناب نے حدیث ارحمھم امتی بامتی ابوبکر واشدھم فی امر اللہ عمر سے جو استدلال فرمایا فقیر کو کم علمی کی وجہ سے سمجھ نہیں آیا۔ حضرت صدیقؓ کی ارحمیت امتِ مسلمہ کے لیے تھی۔ حضرت فاروقؓ کی اشدیت کفّار کے لیے تھی وہ بالکل ابتدائی بزرگ تھے۔ اب پندرھویں صدی کے قاضی صاحب قرن اولیٰ کے دو جلیل القدر صحابیوں کو یقیناً گناہگار نافرمان لکھیں تو یہ فقیر سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ حکمین کے متعلق جو موضوع حدیث ضلا فاضلا لکھی ہے اس کی ابن کثیرؒ نے سخت تردید لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو جلد ۶ ص ۲۱۶ و ج ۷، ص ۲۸۴ طبع مصر تاریخ ابن کثیر"

پھر مولانا تقی عثمانی کا ملک غلام علی صاحب سے تحریری معرکہ شروع ہو گیا اور حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق نامی کتاب چھپی اور اس کے علاوہ بے شمار موافق مخالف مواد برسوں پڑھا جس سے حضرت معاویہؓ اور خود یزید کے متعلق صحیح صورت حال سمجھنے میں بہت مدد ملی اور یہ معلوم ہوا کہ مشاجرات صحابہ کرامؓ کے وقت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علاوہ عشرہ مبشرہ کے چار اصحاب زندہ تھے۔ دو (حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ) تو تھے ہی حضرت علیؓ کے مخالف کیمپ میں اور شہید بھی حضرت علیؓ کے فوجیوں کے ہاتھوں سے ہوئے تھے اور باقی دو (حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت سعیدؓ بن زید) بھی حضرت علیؓ کے ہم نوا نہ تھے اور حضرت حسنؓ کی مصالحت کر لینے کے بعد وہ بھی حضرت معاویہؓ کی بیعت میں داخل ہو گئے تھے اور باقی صحابہؓ کے بھی تین گروہ تھے۔ ایک گروہ دونوں طرف نہ تھا۔ دوسرا گروہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور حضرت معاویہؓ کو باغی سمجھتا تھا۔ تیسرا گروہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھا اور حضرت علیؓ کو باغی سمجھتا تھا۔ تو یہ تینوں فریق

منصوص مجتہد تھے اور سب نے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا۔ لہذا سب ہی معذور، ماجور اور عدول ہیں نودی ص ۲۹۰ ج ۲ پر ہے الخ اسی مکتوب میں درویش صاحب لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ و عائشہؓ و معاویہؓ کے مابین جو جنگیں ہوئیں تو ہم کو مناسب نہیں کہ ان کے آپس کے جھگڑوں میں ہم کوئی گفتگو کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے معاملہ کو جانتا ہے۔ پھر آگے چل کر خود حضور غوث پاک فرماتے ہیں: اور ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ اس قسم کی گفتگو سے ہم بھی اپنی زبانوں کو روکیں اور ان کے معاملے کو خدا کے سپرد کر دیں۔ غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۹۰ طبع لاہور ۱۲۸۲ھ) لیکن قاضی صاحب حضرت معاویہؓ کو خاطی اور باغی لکھتے ہی چلے جا رہے ہیں اور متاخرین حضرات کے کچھ نظریات سامنے لا رہے ہیں لیکن ابتداء صدر اول کے حضرات صحابہ کرامؓ نے ان مشاجرات کو جس طرح سمجھا اور خود حضرت علیؓ نے جو فیصلے فرمائے ہیں وہ متاخرین حضرات کی ذاتی آراء پر ہزار درجہ بھاری ہیں کیونکہ حضرت علیؓ کے متعلق خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ واقضاھم علی۔ بنابریں مابین مشاجرات صحابہؓ فقیر مسلک توقف کو ہی انسب سمجھتا ہے۔ بہر حال فقیر کا ذوق یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کو صوری اور اجتہادی خطا اور بغاوت کا مرتکب نہ قرار دیا جائے اسی لیے فقیر جناب قاضی صاحب کی اس سخت نویسی کی تائید نہیں کر سکتا جہاں انہوں نے بمصداق "چھوٹا منہ بڑی بات۔ صدر اول کے دو عظیم اور جلیل القدر صحابیوں کو گناہ کا کام کرنے والے۔ یقیناً سخت نافرمانی کرنے والے ص ۴۵۵ اور حکم خداوندی کا خلاف کرنے والے ص ۴۵۸ خارجی فتنہ حصہ اول لکھ مارا ہے۔ ع وائے گر بس امروز بود فردائے۔ اور قاضی صاحب کی یہ تند مزاجی موروثی ہے۔ ان کے والد صاحب نے بھی جو کٹر بریلوی تھے اور مناظرہ سلانوالی ۱۹۲۶ء میں اہل بدعت کے صدر تھے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت انبیٹھویؒ کو نام بنام قطعی کافر اور خارج از اسلام لکھا ہے۔ ان کے مکروہ فتوی کی عکسی نقل ارسال ہے الخ

الجواب قاضی شمس الدین صاحب درویش نے خارجی فتنہ حصہ اول کی محل اعتراضات عبارتوں کے متعلق جو مجھے خطوط لکھے ہیں یا جو مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید فضلہم کو خط لکھا ہے ان کے اقتباسات یہاں قارئین کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں تاکہ درویش صاحب یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے خطوط کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور ایک عالم دین کے

نام جو انہوں نے اس سلسلے میں ایک خط نقیب ختم نبوت نومبر ۱۹۹۰ء میں شائع کیا ہے وہ مضمون زیدی ٹولہ قسط منجر میں پہلے درج کر دیا گیا ہے۔ یہاں قاضی درویش صاحب کا جواب دو طرح عرض کروں گا: (۱) الزامی (۲) تحقیقی۔ الزامی جواب یہ ہے کہ اگر درویش صاحب دیانتداری سے میری زیر بحث عبارتوں کو سبائیت اور شیعیت پر مبنی سمجھتے تھے تو پھر انہوں نے انہی خطوط میں میرے متعلق قابلِ مدح و احترام کلمات کیوں لکھے۔ مثلاً مکتوب ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ میں:۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دام لطفہ (۲) ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ: بخدمت گرامی فخر اہلسنت وکیل الصحابہ الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ و دام لطفہ (۳) یکم رجب ۱۴۰۵ھ۔ بخدمت جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دام لطفہ (۴) مکتوب ۸ محرم ۱۴۰۶ھ۔ بخدمت جناب فخر اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ و دام لطفہ گزارش آنکہ آپ کا والا نامہ محررہ ۲۴ ذی الحج فقیر کو ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ کو مل گیا تھا۔ اس سے ایک دن پہلے مرسلہ پارسل جس میں کتاب لاجواب آفتاب ہدایت اور کشف خارجیت اور روداد مدرسہ اور چند نسخے احتجاجی مکتوب کے ملے تھے۔ احتجاجی نسخے تو اہم مقامات پر دور و نزدیک تقسیم کر دیئے —— یہ وضاحت بہت ضروری ہے کہ فقیر کو آپ کے ساتھ موانست و مطابقت ہے معاندت اور منافست بالکل نہیں ہے اور فقیر آپ کا حلیف ہے حریف نہیں الخ۔ قارئین حضرات! اندازہ فرمائیے جناب درویش مذکورہ محل اعتراض عبارتوں کے باوجود (جس کو اب سبائیت قرار دے رہے ہیں) بندہ کے ساتھ موانست اور مطابقت کا اظہار فرما رہے ہیں۔ (۵) مکتوب ۵ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ میں: مخدوم مکرم فخر اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دام لطفہ۔ (۶) ۶ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ۔ محب مکرم جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ۔ پرسوں ایک دوست سے معلوم ہو کر بہت افسوس ہوا کہ ان دنوں آپ کی طبیعت سخت ناساز ہے۔ دفاع صحابہ و حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اپنی بساط و استعداد کے مطابق جناب کی جو مساعی حسنہ ہیں وہ قابلِ قدر ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا زادِ آخرت بنائے۔ زلات کو معاف فرمائے۔ (۷) مولانا حکیم حافظ محمد طیب صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ ۴ شوال ۱۴۱۰ھ (۴ مئی ۱۹۹۰ء)

میں ماہنامہ حق چار یارؓ (شعبان و رمضان ۱۴۱۰ھ) میں مفتی مزمل حسین کاپڑیا (کراچی) کے شائع کردہ ایک مضمون پر تنقید و اعتراض کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ: پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ جو مذہب رفض کے مضر مضمرات اور دسیسہ کاریوں کو سمجھنے والی باریک بین عقابی نگاہ کے مالک ہیں ان کی نگاہ سے اوجھل ہو کر یہ مضمون کس طرح پاکستان کے انتہائی سنجیدہ ماہنامہ "حق چار یارؓ" میں جگہ پا گیا الخ۔ منقولہ خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ جناب درویش موصوف ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۸۳ء سے لے کر ۹ شوال ۱۴۱۰ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۹۰ء تک تقریباً چھ سال کے عرصے میں میری تصنیف خارجی فتنہ حصہ اول کی زیر بحث عبارتوں پر اعتراض بھی کرتے رہے اور اس کے باوجود اس خادم اہلسنت کو فخر اہل سنت اور دام لطفہ اور مدظلہ، سے بھی یاد کرتے رہے اور مکتوب ۶ محررہ ۶ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ میں تو وضاحت کر دی کہ: "دفاع صحابہ و حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اپنی بساط و استعداد کے مطابق جناب کی جو مساعی حسنہ ہیں وہ قابل قدر ہیں۔" اور پھر میری تصنیف "دفاع حضرت معاویہؓ" کی تائید میں تو مستقل طور پر تائیدی تقریظ لکھی جو ماہنامہ حق چار یارؓ اگست ستمبر ۱۹۹۰ء میں شائع ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان (ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ جون ۱۹۹۰ء) میں ان کا ایک طویل مضمون شائع ہو گیا جس میں ص ۲۰ پر یہ لکھ دیا کہ: "صحیح بات تو یہ ہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب پختہ سبائی ہیں اور حبّ ابن سبا سے سخت مغلوب ہیں اس لیے وہ جلیل القدر صحابہؓ پر تبرا بکتے ہیں الخ۔ درویش صاحب اپنے ہی قلم سے اس خادم اہلسنت کو فخر اہلسنت بھی لکھتے ہیں اور اسی قلم سے پختہ سبائی بھی لکھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ قاضی شمس الدین صاحب درویش اتنے لمبے چوڑے جھوٹ کو ہضم کیسے کر لیتے ہیں۔ (واللہ الہادی)

حضرت علیؓ کے بارے میں متضاد بیانات

جمہور اہلسنت کی تحقیق کے مطابق اگر میں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ کرنے میں حضرت امیر معاویہؓ سے اجتہادی خطا ہو گئی تھی تو درویش صاحب اس کو سبائیت اور شیعیت قرار دیتے ہیں لیکن خود انہوں نے حضرت علیؓ کا مفصل ندامت نامہ شائع کیا ہے جس کا عنوان ہی یہ قائم کیا ہے: خلیفہ راشد چہارم امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مفصل ندامت نامہ" (نقیب ختم نبوت دسمبر ۹۰ء)

بندہ نے ماہنامہ حق چار یارؓ (فروری ۱۹۹۱ء) میں اس پر تنقیدی تبصرہ کر دیا ہے۔ قارئین کرام دوبارہ مطالعہ فرمائیں۔ علاوہ ازیں جس اقرار کو ندامت نامہ اور اجتہادی خطا قرار دے رہے ہیں وہ حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک بھی اجتہادی خطا نہیں بلکہ ترک اَولیٰ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وکان ترک القتال اولی من فعلہ　　بہ نسبت جنگ کرنے کے جنگ نہ کرنا

کما ھو مذھب جمھور الصحابہ　　بہتر تھا جیسا کہ جمہور صحابہ کا مذہب ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۲۱۴)

اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ ترک اَولیٰ وہاں بولا جاتا ہے جہاں دونوں صورتیں جائز ہوتی ہیں لیکن ان میں سے ایک صورت بہتر ہوتی ہے۔" اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرف سے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ جنگ صفین گو شرعاً جائز تھی (کیونکہ اس میں خلافتِ راشدہ کا تحفظ مقصود تھا) لیکن اگر یہ جنگ نہ ہوتی تو بہتر تھا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ تو نبی نہیں صحابی ہیں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بعض واقعات منقول ہیں اور قرآن مجید میں جن کو ذنب وغیرہ سے تعبیر کیا گیا ہے تو مجتہد اہلسنت کے نزدیک ذنب سے مراد نہ گناہ ہے نہ خطا بلکہ ترک اَولیٰ ہے۔ چنانچہ مودودی نظریات کے رد میں بندہ نے عصمت انبیاءؑ کے مسئلہ پر اپنی کتاب مفتی محمد یوسف صاحب مودودی کے علمی جائزہ کا جواب علمی محاسبہ میں مفصل و مدلل بحث لکھی ہے جو بہت مفید ہے بفضلہ تعالیٰ۔

(۲) قاضی شمس الدین صاحب درویش اپنے مکتوب محررہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید مجدہم کو لکھتے ہیں کہ: بہرحال فقیر کا ذوق یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو صوری اور اجتہادی خطا اور بغاوت کا مرتکب نہ قرار دیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کا ندامت نامہ اپنے اس ذوق کے وجود کیوں شائع کیا۔ یہ فقیروں اور درویشوں کا ذوق کس لیے بدلتا رہتا ہے۔ بلکہ درویش صاحب نے تو حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعلق مولانا حافظ محمد طیب صاحب کے نام اپنے مکتوب محررہ ۸ شوال ۱۴۱۰ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۹۰ء کے آخر میں یہاں تک لکھ دیا کہ: اور پھر حضرت علیؓ بھی اپنے نامناسب ارادہ سے رجوع فرما کر التائب من الذنب کمالا ذنب لہ کے مطابق پاک اور صاف بن چکے تھے اور حضرت خاتونِ جنتؓ بھی راضی ہو گئی تھیں لہذا اس حدیث سے وہ بھی بری الذمہ ہو گئے۔" مندرجہ حدیث کا مطلب

یہ ہے کہ جو شخص گناہ سے توبہ کر لیتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا اس سے گناہ ہوا ہی نہیں۔ یہ حدیث پیش کر کے قاضی شمس الدین درویش نے گناہ اور خطا کا مرتکب تو قرار دے دیا لیکن یہ عنایت بھی فرمادی کہ چونکہ حضرت علیؓ نے اپنے نامناسب ارادوں سے رجوع کر لیا تھا لہذا اب ان کا گناہ یا ان کی خطا باقی نہ رہی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درویش صاحب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت پر چھینٹے ڈالنے کے لیے کوئی نہ کوئی روایت ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خارجی فتنہ حصہ اوّل کی زیرِ بحث عبارتوں کا پس منظر

میری جن عبارتوں کو قاضی شمس الدین صاحب درویش نے محل اعتراض قرار دیا ہے وہ خلافتِ راشدہ کی بحث میں مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی صدیقی سابق استاذ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی (مؤلف اظہارِ حقیقت حصہ اول و دوم) کے جواب میں لکھی گئی تھیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق اپنا یہ موقف ظاہر کیا تھا کہ: حضرت علیؓ کی خلافت اگرچہ بالکل صحیح تھی اور بے شک وہ خلیفہ برحق تھے لیکن ان کی خلافت کی نوعیت ہنگامی (EMERGENCY) خلافت کی تھی جس میں پورے عالم اسلام کے نمائندے شریک نہ تھے اور ان کی اکثریت نے اپنا حق رائے دہی استعمال نہیں کیا تھا۔ اس صورت میں شرعاً و عقلاً ہر طرح لازم تھا کہ مناسب حالات پیدا ہونے کے بعد استصواب رائے عامہ کیا جاتا۔" (اظہارِ حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت جلد دوم ص ۱۸۳)۔

ان کے جواب میں میں نے لکھا کہ: مولانا سندیلوی موصوف دورِ حاضر کے الکیشن کے پیش نظر ایسی باتیں لکھ رہے ہیں لیکن محققین اہل سنت حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کو آیت تمکین کی نص قرآنی کا مصداق قرار دیتے ہیں خواہ کوئی ان کی خلافت کو تسلیم کرے یا نہ۔ (ب) مولانا سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر عام استصواب رائے ضروری تھا تو اس کے بغیر یہ کیوں تسلیم کر رہے ہیں کہ: حضرت علیؓ کی خلافت اگرچہ بالکل صحیح تھی اور بے شک وہ خلیفہ برحق تھے الخ۔ علاوہ ازیں ہمارا سوال یہ ہے کہ بقول آپ کے اگر حضرت علیؓ کی خلافت ہنگامی تھی تو آپ سے حضرت عثمان ذوالنورین کے قاتلین سے قصاص لینے کا مطالبہ کیا معنی رکھتا ہے۔ اس صورت میں تو فریق ثانی پر لازم تھا کہ وہ سب سے پہلے آپ کی خلافت کے لیے استصواب رائے عامہ کا مطالبہ کرتے اور اگر آپ اس طریقِ انتخاب میں کامیاب

ہوجاتے تو آپ سے قصاص کا مطالبہ کیا جاتا۔ (۲) مولانا موصوف بھی یزید کو ایک صالح اور عادل خلیفہ قرار دیتے ہیں جس کی وضاحت انہوں نے ایک غیر مطبوعہ مکتوب میں کردی ہے الخ (دفاع صحابہؓ ص ۵۳-۵۴) میرے جواب میں مولانا سندیلوی صدیقی موصوف نے ایک کتابچہ بنام "جوابِ شافی" شائع کیا جس میں انہوں نے یزید کے صالح ہونے کے موقف کی تائید کی اور یہ بھی تسلیم کرلیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کی آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: حضرت علیؓ کی خلافت بھی آیت استخلاف و آیت تمکین کا مصداق ہے یعنی حضرات خلفاء ثلثہ کی خلافتوں کی طرح حضرت علیؓ کی خلافت بھی وہی خلافت تھی جس کا وعدہ آیت استخلاف میں فرمایا گیا ہے الخ — (جواب شافی ص ۱۰) اور تعجب خیز امر یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق تسلیم کرنے کے باوجود بھی وہ حضرت علیؓ سے جنگ کرنے میں حضرت امیر معاویہؓ کی اجتہادی خطا بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کے مُوقف کو بہ نسبت حضرت علیؓ کے اقرب الی الصواب مانتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت علیؓ کی خلافت سے معزولی کے مطالبہ کو بھی وہ جائز قرار دیتے ہیں اور حکمین کے فیصلے کو اس بارے میں درست تسلیم کرتے ہیں۔ یزید کے بارے میں جو مولانا سندیلوی کا مسلک ہے وہ اہل سنت کے خلاف ہے۔ ان کے اور دوسرے حامیانِ یزید کے مُوقف کے رد میں بندہ نے کتاب خارجی فتنہ حصہ دوم (بحث فسق یزید صفحات ۶۷۶) شائع کی ہے اور مولانا سندیلوی سے خلافت راشدہ کی بحث میں ہی میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل (صفحات ۶۱۱) اس سے پہلے شائع ہوئی ہے۔ خارجی فتنہ حصہ اوّل کی تصنیف ۲ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ (۲۴ جون ۱۹۸۲ء) کو مکمل ہوئی ہے اور خارجی فتنہ حصہ دوم (بحث فسق یزید) کی تکمیل کی تاریخ ۲۳ ذلقعدہ ۱۴۰۶ھ (۳۱ جولائی ۱۹۸۶ء) ہے۔

مذہب اہل السنّت والجماعت

دفاع صحابہ ص ۵۰ پر میں نے بعنوان "مذہب اہلسنّت والجماعت" لکھا تھا کہ: اصولی اور اعتقادی طور پر تمام مدعیانِ اسلام فرقوں میں سے مذہب اہلسنّت والجماعت ہی اسلام حقیقی کا صحیح ترجمان ہے۔ جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ ارشاد ما انا علیہ واصحابی پر مبنی ہے۔ اس ارشاد نبویؐ کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں وہی لوگ جائیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت جامعہ اور جماعت محترمہ (صحابہ کرامؓ) کے پیروکار ہوں گے۔ مذہب اہل سنت کے عقیدہ میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام حسبِ مراتب واجب الاحترام اور اعلان خداوندی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مصداق ہیں۔ حق تعالیٰ کی خصوصی رحمت کے تحت تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کامل الایمان ہونے کی حالت میں واقع ہوئی ہے اور اہلسنت والجماعت کی یہ اصطلاح بھی احادیث سے ثابت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر مظہری اور تفسیر درمنثور) الخ

عقیدہ خلافت راشدہ

اور دفاع صحابہؓ میں ہی بندہ نے مندرجہ عنوان کے تحت لکھا تھا کہ: سورۃ النور کی آیت استخلاف اور سورۃ الحج کی آیت تمکین کی موعودہ خلافت راشدہ کا مصداق (صرف چار یارؓ) خلفاء راشدین ہیں جو مہاجرین (اوّلین) میں سے ہیں یعنی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد حسبِ ترتیب خلافت ان خلفاء اربعہ کو سب پر فضیلت حاصل ہے"۔ ردِ شیعیت بھی بندہ نے اپنی تصانیف میں عظمت صحابہ اور عقیدہ خلافتِ راشدہ کی بنا پر کی ہے اور ردِ خارجیت میں بھی میری تصانیف اسی عقیدہ خلافت راشدہ پر مبنی ہیں اور ردِ مودودیت میں بھی یہی جذبہ کارفرما ہے۔ خارجی فتنہ حصہ اوّل میں دراصل میری بحث مولانا محمد اسحٰق سندیلوی صدیقی سے تھی لیکن اس میں میں نے دورِ حاضر کی خارجیت کے ترجمان محمود احمد عباسی اور ان کے ہم نواؤں عظیم الدین صدیقی، عزیز احمد صدیقی اور حکیم فیض عالم صدیقی کے خلاف اہل سنت نظریات کا بھی ابطال کیا اور ان کی جہالتوں، عناوتوں اور علمی بددیانتیوں کا پردہ چاک کیا۔

تائیدی تبصرے

میں نے جو کچھ لکھا اہل سنت کے مسلک حق کے تحفظ اور دفاع کے لیے بلاخوف لومۃ لائم لکھا اور حق تعالیٰ نے ہی مجھے اس کی توفیق عطا فرمائی ورنہ میں علم وعمل میں بہت کمزور ہوں اور بفضلہ تعالیٰ خارجی فتنہ حصہ اوّل کی اکابر علماء نے کھل کر تائید کی۔ چنانچہ ماہنامہ "بینات" کراچی جنوری ۱۹۸۴ء، ماہنامہ "البلاغ" کراچی شمارہ اکتوبر، نومبر ۱۹۸۳ء، ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک (پشاور) مارچ ۱۹۸۳ء، ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور جولائی ۱۹۸۳ء، ماہنامہ "الخیر" ملتان فروری ۱۹۸۴ء، ہفت روزہ "لولاک" فیصل آباد ۲۸ جون ۱۹۸۳ء، میں جو تبصرے شائع ہوئے ہیں وہ علیحدہ کتابی صورت میں بھی شائع کر دیے گئے ہیں اور ماہنامہ "البلاغ" کے تبصرہ کے علاوہ جناب مولانا محمد تقی صاحب عثمانی جسٹس آف سپریم کورٹ نے علیحدہ اپنے گرامی نامہ میں بھی لکھا کہ:

تازہ کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل موصول ہوئی ۔ سرسری طور پر دیکھی ۔ دل بہت خوش ہُوا ۔ آپ نے مسلکِ حق کی خوب ترجمانی فرمائی ہے ۔ آج کل اس معاملے میں جو افراط و تفریط چل رہی ہے آپ نے اس سے ہٹ کر اعتدال کا جو راستہ اختیار فرمایا ہے وہی علمائے حق کا طریقہ رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں ۔
یہ عریضہ محض اپنے جذبات کے اظہار کے لیے لکھا ہے ۔ اس کی اشاعت مقصود نہیں ۔ والسّلام ۔
(۱۹ - ۵ - ۱۴۰۳ھ)

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی

اور ماہنامہ "بینات" کراچی کے مدیرِ اعلیٰ جناب مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نے تو بڑا مفصل تائیدی تبصرہ لکھا ہے ۔ انہوں نے لکھا کہ : بلاشبہ ان دونوں مسئلوں میں (یعنی حضرت علیؓ کا چوتھا موعودہ خلیفہ راشد ہونا اور جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطائے اجتہادی) جناب مصنف نے اہلِ حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے ۔ اہلِ حق پر جس طرح روافض کی تردید لازم ہے اسی طرح خوارج و نواصب کی تردید بھی ان پر لازم ہے اور جس طرح خلفائے ثلثہؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے دفاع کرنا ضروری ہے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے مدافعت کرنا بھی اہلِ حق کا فریضہ ہے ۔ جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اہلِ حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیا ہے الخ ۔

قارئین حضرات اندازہ فرمائیے کہ جن حضرات نے میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل کو مسلک اہلسنت کے مطابق قرار دیا ہے اور کھُل کر تائید فرمائی ہے ان کو تو اس میں نہ حضرت معاویہؓ کی تنقیص و توہین نظر آتی ہے اور نہ ہی حضرات حکمین حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے متعلق انہوں نے کسی عبارت کو ان کی توہین پر محمول کیا ہے ۔ قاضی درویش صاحب کو کس خوردبین سے ان حضرات کے بارے میں تنقیص و توہین نظر آ گئی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ درویش صاحب یا تو کم فہم یا بدفہم ہیں یا سمجھتے ہوئے وہ اپنی انا کی پرورش کر رہے ہیں ۔ واللہ اعلم ۔

مولانا سندیلوی اور خلافت راشدہ

مسلک اہل سنت والجماعت کے مطابق مولٰنا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو بھی آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق قرار دے کر چوتھا موعودہ خلیفہ راشد تسلیم کر لیا ہے ۔

چنانچہ ان کے کتابچہ جواب شافی ص ۱۰ کی عبارت پہلے نقل کر دی گئی ہے۔

(۲) مولانا موصوف نے ۸ محرم ۱۳۹۳ھ کو ایک مضمون بعنوان "خلافت صدیقی" لکھا تھا (جو غیر مطبوعہ ہے) اس میں انہوں نے قرآن سے حضرت ابوبکر صدیق کا برحق خلیفہ موعود ہونا ثابت کیا تھا ان کے مضمون کے اہم اقتباسات حسب ذیل ہیں

(۱) بعنوان "نص قرآنی سے خلافتِ صدیقی کا ثبوت" یہ لکھا کہ: خلافت صدیقی مرضی الٰہی تھی اور اللہ تعالیٰ کا حکم یہی تھا کہ اسی کو خلیفہ اور امام بنایا جائے۔"

(۲) آیت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے لکھا کہ: اگر خلافت صدیقی کو موعودہ اور ماموربہا خلافت نہ سمجھا جائے تو آیت کے اس جزء کے کوئی صحیح معنی نہیں بن سکتے اور نہ وعدہ الٰہی کا ایفاء سمجھ میں آ سکتا ہے۔ اس لیے اس نص قرآنی کا اقتضاء یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو موعودہ منصوصہ خلافت اور آں ممدوح کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلافصل اور امت کا امام برحق تسلیم کیا جائے۔ یہ آیت خلافت صدیقی کے لیے نص ہے جس کا اقتضاء یہ ہے کہ آں محترم کو خلیفہ منتخب کرنا رضائے الٰہی اور حکم الٰہی کے مطابق ہے۔

(۳) (آیت استخلاف کے تحت) گویا کہ صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم خلیفہ کا انتخاب کرنا۔ ہماری توفیق خاص تمہاری رفیق ہوگی اور یہ نظام خلافت ہمارا موعودہ اور پسندیدہ نظام خلافت ہوگا۔

(۴) اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے صحابہ کرامؓ کو بمنزلہ جارحہ (یعنی آلہ) بنا لیا کہ بظاہر تو وہ حضرات دین کی حفاظت اپنے ارادے سے کر رہے ہیں لیکن درحقیقت حق تعالیٰ جلّ شانہ کا ارادہ اور لطف خاص اس طرح ان کے ارادہ پر محیط تھا کہ وہ بلا تشبیہ اس طرح کام کر رہے تھے جیسے دستِ کاتب میں قلم۔ اس لیے امر کو بصورت وعدہ ذکر فرمایا گویا یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس کام کے حکم کے ساتھ ہم اس کی توفیق خاص بھی تمہیں دیں گے اور تمہاری نگرانی کریں گے تاکہ تم سے کوئی غلطی نہ ہو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم سے کوئی غلطی اس معاملے میں نہ ہوگی اور تمہارا انتخاب بالکل صحیح انتخاب ہوگا۔

(۵) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سلسلہ وحی منقطع ہو چکا تھا۔ اگر امر خلافت بصورت امر ہی ہوتا تو صدیق اکبر کا انتخاب کرنے کے بعد صحابہ کرامؓ کو یہ فکر ہوتی کہ ہم نے حکم الٰہی پر مرضی الٰہی کے

مطابق عمل کیا ہے یا نہیں۔ اس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا اس لیے امر بصورت وعدہ فرمایا گیا تاکہ انتخاب کے بعد وہ مطمئن ہو جائیں کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ عین مرضی الٰہی تھا۔

(۶) مولانا سندیلوی صدیقی آخر میں بعنوان "نتیجہ بحث" لکھتے ہیں: آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے صحابہ کرامؓ کو خلافت سے نوازنے کا وعدہ فرمایا اور وعدے کے پیرائے میں ہی انہیں انتخاب خلیفہ کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لیے جب آیت نازل ہوئی تو یہ بات یقینی اور قطعی ہو گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کسی کو اپنا امام اور خلیفہ رسول بنائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ جب واقع ہو گیا تو یہ بات روز روشن سے زیادہ روشن ہو گئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام برحق ہیں اور انہیں کو خلیفہ بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا بلکہ کہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں مقرر فرمایا تھا کیونکہ استخلاف کو آیت میں حق تعالیٰ جل شانہٗ نے خود اپنی ذات اقدس کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اگر معاذ اللہ ان کی خلافت کو باطل کہا جائے تو لازم یہ آتا ہے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ نے وعدہ خلافی کی۔ وعدہ تو کیا مگر صحیح خلافت قائم کرنے کی ہدایت نہ فرمائی بلکہ باطل سربراہ کے تحت کر دیا الخ

(۷) وعدہ استخلاف اور حق تعالیٰ جلشانہٗ کی جانب اس کے انتساب کا مطلب یہ ہے کہ موعود لہم جو خلافت قائم کریں گے وہ صحیح ہو گی۔ اس بارے میں ان سے غلطی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ حق تعالیٰ اس کی صحت اور حقانیت کے کفیل و ضامن ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس کو اپنی جانب منسوب کیوں فرماتے الخ۔ قارئین کرام اور خصوصاً قاضی درویش صاحب، مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کے غیر مطبوعہ مضمون کے مندرجہ اقتباسات کو بار بار غور سے پڑھیں۔ مولانا موصوف آیت استخلاف کا مطلب بیان کرتے ہوئے واضح کر رہے ہیں کہ بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ سے فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم نے خلیفہ (جانشین) کا انتخاب کرنا ہے۔ یہ فرمایا کہ تم میں سے میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جانشین بناؤں گا۔ اس لیے بظاہر تو تم خلیفہ منتخب کرو گے لیکن اس انتخاب میں تم سے غلطی نہیں ہو گی۔ یہ انتخاب میری نگرانی میں ہو گا۔ گویا کہ آیت استخلاف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہا ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جانشین تم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنانا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بنایا جانا عین حکم الٰہی اور مرضی الٰہی کے مطابق تھا۔

امام اہلسنت کی تشریح

مولانا سندیلوی نے ماشاء اللہ آیت استخلاف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کو بہت عمدہ طریقے سے ثابت کیا ہے اور امام اہلسنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیعہ علماء کے مقابلہ میں حضرات خلفاء ثلثہ کی خلافتِ راشدہ کے اثبات میں اسی آیت استخلاف سے یہی طرز استدلال اختیار کیا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔ بوقتِ انعقادِ خلافت یہ سمجھا گیا تھا کہ حضرت صدیق کی خلافت بیعت اہلِ حل وعقد کی وجہ سے ہوئی ہے اور اہلِ حل وعقد نے آپ کا انتخاب بوجہ بعض اشارات نبویہ و تصریحات قدسیہ ومعاملات ولی عہدی مثل امامت نماز وغیرہ کے کیا ہے لیکن آیت استخلاف کی موعودہ تینوں نعمتوں کے ظہور کے بعد سب کی آنکھیں کھل گئیں اور سب نے روز روشن کی طرح دیکھ لیا کہ یہ فعل ہمارا نہ تھا۔ یہ تو وعدہ الٰہی تھا جو سات آسمانوں سے اوپر سے اُترا تھا۔ یہ حکم قضا مبرم تھا جو عرش عظیم سے نازل ہُوا تھا اسی روز قضا نے ہمارے پردہ میں اپنا مقصد پُورا کیا۔ اس مضمون کو صاحب قلم مولانا الشیخ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں اس طرح لکھتے ہیں: مگر جب اوصاف موعودہ خلفاء پر منطبق ہو گئے تو سب پر ظاہر ہو گیا کہ جو حق تھا وہی واقع ہُوا اور آنکھیں کھُل گئیں کہ یہ فعل (خلیفہ بنانے کا) جماعت (اسلام) کا نہ تھا (بلکہ) وعدہ خدا تھا جس نے اتنے افکار اور قیاسات کے پردہ سے ظہور کیا الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اوّل ص ۱۰۱) اس تمہید کے بعد اب آیت کے استدلال پر غور کرنا چاہیئے۔ اگر تعصب اور ضد کی کدورت سے تھوڑی دیر کے لیے دماغ کو صاف کرکے اس آیت پر نظر ڈالی جائے تو یقیناً روزِ روشن کی طرح یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ یہ آیت حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت پر اس وضاحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہے کہ ان تینوں خلافتوں کا انکار کرنے کے بعد آیت کی تصدیق کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں ——— پھر اس کے بعد لفظ منکم ہے جو ضمیر حاضر پر شامل ہے۔ لہٰذا معلوم ہُوا کہ وعدہ ان لوگوں سے ہے جو نزول آیت سے پہلے ایمان لا چکے تھے اور عمل صالح کر چکے تھے۔ پس حضرت معاویہؓ اور حضرت امام مہدی یا خلفائے بنی امیہ و بنی عباس وغیرہ موعودلہم نہیں ہو سکتے۔ موعودلہم وہی صحابہ کرام مہاجرین وانصار ہیں جو نزول آیت کے پہلے سے ان دونوں صفتوں کے ساتھ موصوف تھے۔ خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم بھی انہی میں ہیں الخ (تحفہ خلافت ص ۱۱۸۔۱۱۹)

امر دوم: مولانا سندیلوی موصوف نے آیت استخلاف اور تمکین کا مصداق حضرت علیؓ سمیت

چاروں خلفاء رض کو قرار دیا ہے جیسا کہ ان کی یہ عبارت پہلے درج کی جا چکی ہے کہ: حضرت علی رض کی خلافت بھی آیت استخلاف و آیت تمکین کا مصداق ہے یعنی حضرات خلفائے ثلٰثہ کی خلافت کی طرح حضرت علی رض کی خلافت بھی وہی خلافت تھی جس کا وعدہ آیت استخلاف میں فرمایا گیا ہے (جواب شافی ص۱۰۱)

(۲) مولانا سندیلوی یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ: مگر جب جنگ جمل کے بعد کثرت مہاجرین و انصار اور اکابر صحابہ رض نے ان کی (یعنی حضرت علی رض کی) خلافت تسلیم کر لی تو ان کے نزدیک ان کی خلافت مستقل ہو گئی اور مزید استصواب کی ضرورت نہ رہی۔ ان کا نقطہ نظر بھی شرعاً صحیح تھا۔ اس پر بھی شرعاً کسی اعتراض کی گنجائش نہیں (اظہار حقیقت جلد دوم ص ۴۱۲)

(۳) حضرت علی رض کو خلفائے ثلٰثہ کی طرح آیت استخلاف کا مصداق قرار دینے کے باوجود مولانا سندیلوی نے حکمین کے فیصلہ کے بارے میں لکھا کہ: بالفرض حکمین نے کتاب و سنت پر نظر کیے بغیر اپنی رائے سے یہ فیصلہ کر دیا کہ حضرت علی خلافت سے معزول ہو جائیں تو بھی اس فیصلے کی پابندی کرنا حسب معاہدہ حضرت علی رض پر واجب تھا کیونکہ اس فیصلہ کے جواز میں تو کسی کو کلام نہیں۔ ہم یہ بھی مان لیں کہ یہ کسی آیت یا سنت سے ثابت نہیں مگر آیت یا حدیث کے خلاف بھی نہیں۔ حضرت علی رض کی خلافت منصوص تو نہ تھی کہ انہیں معزول کرنا جائز نہ رہا —— خلافت سے دستبردار ہو جانا شرعاً کوئی فعل حرام اور گناہ تو نہ تھا۔ (اظہار حقیقت جلد دوم ص ۳۸۱)

(۴) پھر حضرت علی رض نے حضرت معاویہ رض کی تجویز کیوں نہ قبول فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر دوبارہ انتخاب ہوتا اور آزادانہ ہوتا تو حضرت علی رض کی کامیابی اور ناکامی کے امکانات برابر ہوتے۔ (ایضاً ص۴۲۴)

تبصرہ ۵

مولانا سندیلوی کی منقولہ عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کے بارے میں متضاد نظریہ رکھتے ہیں۔ وہ مثل خلفاء ثلٰثہ حضرت علی رض کو قرآن کا موعودہ خلیفہ راشد بھی تسلیم کرتے ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق خلیفہ بنے تھے اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان کی معزولی کا مطالبہ بھی صحیح تھا اور حکمین کا فیصلہ بھی صحیح تھا کہ وہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر دوبارہ انتخاب عام ہوتا تو وہ اس میں ناکام بھی ہو سکتے تھے حالانکہ ہر ذی شعور اور علم و فہم رکھنے والا شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر حضرت علی رض اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق خلیفہ بنے تھے تو پھر ان کی معزولی اور دوبارہ انتخاب کرانے کا مطالبہ صحیح نہ تھا اور اگر یہ مطالبہ صحیح مان لیا جائے تو

پھر اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا کیا فائدہ ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بہر حال پورا ہو کر رہتا ہے اور اس کے وعدہ کے خلاف کوئی امر واقع ہو ہی نہیں سکتا اور آیت استخلاف سے ہی مولانا سندیلوی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ خلافت ثابت کیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ گویا اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے تھے گو بظاہر صحابہ کرامؓ نے ان کو خلیفہ منتخب کیا تھا اور چونکہ حضرت علیؓ بھی آیت استخلاف کا مصداق ہیں اس لیے ان کی خلافت بھی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ خلافت تھی گویا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی خلیفہ بنائے گئے تھے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس کو خلیفہ بنایا جائے تو اس کی معزولی کا مطالبہ بھی یا اس کو معزول کرنا گویا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی۔ اسی بنا پر میں نے مولانا سندیلوی کے جواب میں الزاماً لکھا تھا اور وہی الفاظ دہرائے تھے جو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے اثبات میں لکھے تھے۔ چنانچہ میں نے لکھا کہ: جو استدلال انہوں نے صدیق اکبرؓ کی خلافت اور انتخاب کے صحیح اور حق ہونے پر آیت استخلاف سے کیا ہے وہی استدلال ان کو اور مومن بالقرآن کو حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت اور انتخاب کے برحق ہونے کے لیے تسلیم کرنا پڑے گا۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

اس مرحلے پر باوجود اخلاص غلطی کا بھی امکان تھا ——— اس لیے امر کو بصورت وعدہ ذکر فرمایا کہ اس کام کے حکم کے ساتھ ہم اس کی توفیق خاص بھی تمہیں دیں گے اور تمہاری نگرانی کریں گے تاکہ تم سے کوئی غلطی نہ ہو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم سے کوئی غلطی اس معاملہ میں نہ ہوگی اور تمہارا انتخاب صحیح انتخاب ہوگا۔ چونکہ سندیلوی صاحب کے اپنے قول کے مطابق حضرت علی المرتضیٰؓ خلیفہ موعود ہیں اس لیے باقتضائے نص قرآنی یہ ایمان رکھنا ہوگا کہ خلفائے ثلثہؓ کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ امام برحق ہیں اور انہی کو خلیفہ بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا بلکہ کہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں مقرر فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ان کا انتخاب خلافت بھی بالکل صحیح تھا اور اس انتخاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں پائی گئی"۔

(خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۴۹ - ۴۵۰)

(۲) جہاں تک حضرت علی المرتضیٰؓ رفع تنازعہ کے لیے رواداری کر سکتے تھے آپ نے فرمائی۔ چنانچہ حکمین کا تقرر تسلیم کر لیا اور یہ بھی اس لیے کہ آپؓ فریق ثانی کو حقیقی باغی قرار نہیں دیتے تھے (بوجہ ان کے اجتہادی اختلاف کے) لیکن جب حکمین نے ان کو معزول کر دیا تو چونکہ یہ فیصلہ آیت استخلاف کے خلاف تھا اس لیے آپ اس کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لا طاعۃ

لمخلوق فی معصیۃ الخالق (جس کام میں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے) حضرت علیؓ کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا۔ سندیلوی صاحب اگر آیت استخلاف پر ایمان رکھیں تو ماننا پڑے گا کہ چونکہ: حسب امر بصورت وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے اور اگر حضرت علی المرتضیٰؓ حکمین کا فیصلہ منظور فرما لیتے تو یہ بھی آیت کے تقاضا کے خلاف ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کام وہ کر ہی نہیں سکتے تھے اس لیے حضرت علیؓ سے وہی عمل صادر ہوا جو مرضی خدا تعالیٰ کے عین مطابق تھا۔ اگر بالفرض حضرت علیؓ معزول ہو جاتے تو آج ہم حضرت علی المرتضیٰؓ کو اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ چوتھا موعودہ خلیفہ راشد نہیں قرار دے سکتے تھے۔ اس صورت میں روافض کے لیے بھی خلفاء ثلثہ کے انکار کا راستہ کھل سکتا تھا اور وہ کہہ سکتے تھے کہ جس طرح حضرت علیؓ کو وعدہ خداوندی کے باوجود معزول کرنا صحیح ہے اسی طرح خلفاء ثلثہ کا انتخاب بھی باوجود وعدہ خداوندی کے صحیح نہ تھا اور وہ خلافت راشدہ پر فائز ہونے کے اہل نہ تھے۔ کیا سندیلوی صاحب کے پاس از روئے علم و دیانت اس کا کوئی جواب ہے۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۵۴ تا ۴۵۶)

درویش صاحب کی خدمت میں

قاضی شمس الدین صاحب درویش بھی حضرت علی المرتضیٰؓ کو قرآن کا موعودہ چوتھا خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں: ان چاروں خلفاء راشدین میں سے باتفاقِ صحابہؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت باختلافِ صحابہؓ آیت استخلاف و تمکین کا مصداق اوّل تھی۔ (مکتوب محررہ ۲۰ مئی ۱۹۸۵ء) یہ حوالہ ماہنامہ حق چار یارؓ اپریل ۱۹۹۱ء، ص ۱۰ پر بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۲) باقی فضائل و سوابق میں حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ کو کوئی نسبت نہیں کیونکہ حضرت علیؓ موعودہ خلافت راشدہ کے چوتھے خلیفہ راشد ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین (مکتوب محررہ ۱۴ جولائی ۱۹۸۵ء)

(۳) لکھتے ہیں: فقیر نے بھی اپنے رسالہ "میاں چکری کا نیا چکر" میں اپنے وقت میں صرف حضرت علیؓ کو ہی خلیفہ راشد چہارم لکھا ہے لیکن الفاظ کے استعمال میں اتنی احتیاط کی ہے کہ حضرت معاویہؓ کی عظمت شان کے خلاف کوئی نامناسب لفظ نہیں آنے دیا گیا۔" (مکتوب محررہ ۲۵ ستمبر ۱۹۸۴ء) اسی مکتوب میں لکھتے ہیں: اور خود آپ نے بھی اپنے رسالہ "صحابہ کرامؓ اور مودودیؒ ص ۶۲ سے لے کر تا آخر بہت عمدہ دفاع

صحابہؓ کیا ہے بجز اکم اللہ تعالیٰ۔ پاکستان میں جو خارجیت سر اٹھا رہی ہے اس کے لیے آپ کی قیمتی کتاب خارجی فتنہ اوّل کافی ہے۔ سب کرداروں کو آپ نے قریب قریب ننگا کر دیا ہے اور احقاق حق خوب ہو گیا۔ فجزاکم اللہ۔ لیکن پاکستان میں عیسائیت، مرزائیت اور خاص کر رافضیت جس طرح انتہائی تیزی سے اپنے تار و پود پھیلا رہی ہے کہ آپ کا داخلہ بھی اس نے راولپنڈی میں بند کروا دیا ہے۔ خارجیت پاکستان میں اتنی نہیں جتنی صرف ایک تحصیل چکوال میں رافضیت ہے۔"

تبصرہ فرمائیے۔ اس آخری مکتوب میں تو درویش صاحب نے خارجی فتنہ حصہ اوّل کی بھرپور تائید کر دی ہے۔ ۱۹۸۴ء میں تو میری اس کتاب کی آپ کے ہاں بڑی عظمت تھی لیکن اب آپ کو اس میں سبائیت نظر آ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے درویش صاحب رنگ بدلتے رہتے ہیں

؎ جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں جو چاہے آپ کا ذہن کرشمہ ساز کرے

(۲) بہرحال آپ نے مندرجہ بالا اپنے دونوں خطوں میں صاف طور پر یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کے تحت قرآن کے چوتھے خلیفہ راشد تھے اور اپنے وقت میں حضرت علیؓ ہی خلیفہ راشد تھے تو سوال یہ ہے کہ (۱) حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں ہی حکمین کے فیصلہ کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعیت خلافت شروع کر دی اور آپ کی جماعت نے آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا تو حضرت معاویہؓ کی اس خلافت کی شرعاً کیا حیثیت ہوئی۔ اپنے دور میں تو صرف حضرت علیؓ ہی خلیفہ راشد تھے۔ اس لیے اب آپ حضرت معاویہؓ کو اپنے قول کے پیش نظر خلیفہ راشد تو کہہ نہیں سکتے

؏ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(۲) آیت استخلاف کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت علیؓ چوتھے خلیفہ راشد ہیں اور آپ کی خلافت پہلے تین خلفائے راشدین کی طرح اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ہے۔ بقول سندیلوی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو خلیفہ بنانے کا حکم دیا ہے۔ اب آپ فہم و دیانت سے کام لے کر بتائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ سے معزول ہونے کا مطالبہ کرنا یا اس کو معزول کرنا کیا اللہ تعالیٰ کے حکم (یعنی امر بصورت وعدہ) کی خلاف ورزی اور نافرمانی نہیں ہو گی اور کیا اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی گناہ نہیں ہے۔ تو اگر میں نے مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی کو ان کے اپنے استدلال کی بنا پر الزاماً یہ لکھ دیا کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ حضرت علیؓ کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا (ص ۴۵۵) اور چونکہ حسب امر بصورت وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ

کو خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے الخ (ایضاً ص ۲۵۵) فرمائیے میں نے کونسی بات خلاف شریعت لکھی ہے اور جبکہ یہ بات بھی میں نے الزاماً لکھی ہے۔ چنانچہ مولوی لعل شاہ صاحب بخاری (جن کا گذشتہ سال انتقال ہو چکا ہے) کے شاگرد مولوی مہر حسین شاہ بخاری نے میرے نام کھلی چھٹی میں یہی عبارتیں پیش کی تھیں تو میں نے اس کو اپنے مکتوب محررہ ۱۶ مارچ ۱۹۸۳ء میں یہ لکھ دیا تھا کہ: اگر کہیں کچھ الفاظ موہم ہیں تو وہ مولانا سندیلوی پر الزاماً ہیں: (ملاحظہ ہو دفاع حضرت معاویہ ص۱۵)

قول فیصل

اگر کوئی شخص حضرت علی المرتضیٰؓ کو قرآن کی آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق نہیں تسلیم کرتا اور ان کو برحق موعودہ خلیفہ راشد نہیں مانتا تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کو معزول کرنا جائز تھا (خواہ اس کا یہ موقف غلط ہی ہے) لیکن قاضی درویش صاحب تو اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق تھے اور اپنے وقت میں آپ ہی خلیفہ راشد تھے۔ تو اب اس مسئلہ کے حل کی دو ہی صورتیں ہیں:

(۱) آپ یہ موقف اختیار کریں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مثل تین پہلے خلفاء راشدین کے وعدہ تو حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعلق بھی ان کو خلیفہ بنانے کا کیا تھا لیکن وہ اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا۔ یا تو وہ اپنے وعدہ کو بھول گیا یا بھولا تو نہیں لیکن وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکا (العیاذ باللہ)۔

(۲) یا آپ یہ موقف اختیار کریں کہ اللہ تعالیٰ بھولتا بھی نہیں اور اپنا وعدہ پورا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے اور اس نے اپنے وعدہ کے مطابق ہی حضرت علی المرتضیٰؓ کو اپنے وقت میں منصب خلافت پر سرفراز فرمایا اور جنہوں نے اس کے باوجود حضرت علیؓ کو معزول کر دیا ان کا یہ فعل ناجائز تھا۔ اگر آپ پہلی صورت اختیار کرتے ہیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کا عاجز ہونا لازم آتا ہے اور یہ عقیدہ کھلم کھلا کفر ہے اور اگر دوسری صورت اختیار کرتے ہیں تو اس میں حضرات حکمین حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کا زیادہ سے زیادہ اس معاملہ میں گنہگار ہونا لازم آتا ہے اور اہلسنت والجماعت کے نزدیک صحابہؓ معصوم بھی نہیں ہیں اور سارے جنتی بھی ہیں۔ اگر ان سے غلطی یا گناہ ہو جائے تو غیر معصوم انسان ہیں اور اگر خالق کائنات کے متعلق یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ علی کل شئی قدیر نہیں ہے۔ وہ عاجز ہے تو پھر ایمان کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اب آپ ان میں سے جو صورت بھی اختیار کریں۔ اپنا انجام سوچ لیں۔

نافرمانی کی حقیقت

میں نے ان دونوں جلیل القدر صحابہؓ کے متعلق گناہ اور نافرمانی کے جو الفاظ لکھے تھے بظاہر تو حکم خداوندی کے مقابلہ میں یہی کہا جا سکتا تھا لیکن میں نے اسی خارجی فتنہ حصہ اول میں اپنے الفاظ کی مراد بھی واضح کر دی تھی چنانچہ (۱) میں نے اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عبارت پیش کر دی تھی جس میں حکمین کے متعلق آپ نے حدیث نبوی نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں **ضلا وضل من اتبعهما**. اور ان الفاظ کی مراد بھی حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ان الفاظ سے ظاہر کر دی ہے کہ: مراد از ضلا آنست کہ خطا کردہ اند در اجتہاد خود" ضلا سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس اجتہاد (یعنی حضرت علیؓ کو معزول کرنے میں) میں غلطی کی ہے۔ اب تو کسی قسم کا کوئی اعتراض ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ کسی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا نہ کوئی بے ادبی ہے نہ تنقیص و توہین بلکہ حسب حدیث نبوی اس پر بھی ایک اجر ملتا ہے چنانچہ: مولانا اسحٰق سندیلوی بھی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ: "کسی صحابی کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت بے ادبی نہیں" (اظہار حقیقت ص ۵۶۵)

(۲) باوجود آیت استخلاف کا مصداق ہونے کے حضرت علی المرتضیٰؓ کی معزولی کا مطالبہ جائز قرار دیا جائے تو پھر حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی معزولی کا مطالبہ بھی جائز ہو سکتا ہے بلکہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی موعودہ خلافت راشدہ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی اور روافض یہ کہہ سکتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا انتخاب صحیح نہ تھا۔ سینہ زوری سے ان کو خلیفہ بنایا گیا۔ اسی لیے بندہ نے یہ لکھا تھا جیسا کہ پہلے بھی یہ حوالہ پیش کیا جا چکا ہے کہ: "اس صورت میں روافض کے لیے بھی خلفاء ثلٰثہ کے انکار کا راستہ کھل سکتا تھا اور وہ کہہ سکتے تھے کہ جس طرح حضرت علیؓ کو وعدۂ خداوندی کے باوجود معزول کرنا صحیح ہے اسی طرح خلفائے ثلٰثہ کا انتخاب بھی باوجود وعدۂ خداوندی کے صحیح نہ تھا اور وہ خلافتِ راشدہ پر فائز ہونے کے اہل نہ تھے۔ سندیلوی صاحب کے پاس از روئے علم و دیانت کوئی جواب ہے۔ (ص ۵۵۴)

زیر بحث عبارتوں سے رجوع کا مطالبہ

قاضی شمس الدین درویش اپنے مکتوب محررہ ۶ نومبر ۱۹۸۹ء میں لکھتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر محدثؒ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وضوح حق

کے بعد جناب یہ تین صفحات از ص ۵۶ھ تا ص ۵۸ھ سے رجوع فرمالیں اور اس کا اعلان رسالہ "حق چار یار رض" میں بھی کیا جا سکتا ہے اور دونوں صحابہ رض کی روح سے معافی مانگیں۔

(۲) حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید مجدہم سے بھی انہوں نے اپنے مکتوب محررہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں میری زیر بحث عبارتوں کو پیش کر کے شکایت کی اور مفتی عبدالشکور صاحب نے ان کو اپنے جوابی مکتوب محررہ ۵ صفر ۱۴۱۰ھ میں یہ لکھا کہ: حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کی خارجی فتنہ حصہ اوّل کی عبارت کے بارے میں عرصہ ہوا حضرت موصوف کو توجہ دلا چکا ہے۔ حضرت موصوف کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا کہ: ایک بات ان کی بندہ کو واقعی محسوس ہوئی ہے اور میں نے مفتی سید عبدالشکور صاحب مدظلہ کی خدمت میں عرض کی۔ انہوں نے بھی تائید فرمائی ہے۔ اس لیے عرض ہے کہ اگر آنجناب توجہ فرمائیں اور مناسب خیال فرمائیں تو اس عبارت میں تبدیلی ہو جائے تو بہتر ہو گا۔ خط کشیدہ الفاظ کی جگہ اگر اجتہادی خطا لکھ دیا جاتا تو زیادہ مناسب و بہتر ہوتا کیونکہ صحابہ کرام رض کے متعلق گناہ اور سخت نافرمانی کے الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں الخ۔ اس کے جواب میں حضرت قاضی صاحب نے لکھا ہے: یہ الفاظ بظاہر واقعی سخت ہیں اور صحابہ کرام رض کی عظمت کے خلاف ہیں لیکن بندہ نے بھی تو ان سے مُراد اجتہادی خطا ہی لی ہے۔ یعنی یہ صورتاً گناہ اور نافرمانی ہے نہ کہ حقیقتاً (مکتوب حضرت قاضی صاحب موصوف ص ۲ ۱۷ مارچ ۱۹۸۴ء) اور اپنی کتاب "دفاع حضرت معاویہ رض" میں بھی یہی لکھا ہے۔ یہاں گناہ و نافرمانی سے مراد صورتاً ہے نہ کہ حقیقتاً۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر میں نے تصریح کر دی ہے۔ (ص ۲۷)

اب جناب غور فرمالیں کہ جناب قاضی صاحب موصوف کی یہ توجیہہ کافی ہے یا نہیں۔ احقر کے ناقص خیال میں تو یہی معلوم ہوتا ہے بلکہ ضروری ہے کہ عبارت کو تبدیل کر دیا جائے اور اجتہادی خطا لکھ دی جائے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے الخ

(۲) قاضی شمس الدین صاحب درویش کے دوسرے مکتوب کے جواب الجواب میں حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی کے صاحبزادے جناب مولانا عبدالقدوس صاحب سلمہ نے اپنے والد مکرم کے حکم سے ۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ کو ایک خط ارسال کیا جس میں انہوں نے درویش صاحب کو لکھا کہ جناب کے مکتوب گرامی کے متعلق حضرت والد صاحب مدظلہم کے حکم سے چند خادمانہ گزارشات ذیل میں سپرد قلم کر کے ارسال خدمت کر رہا ہوں — مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں بلاشبہ اسلم و احوط مسلک سکوت ہی ہے

لیکن جب مخالفین کی طرف سے غلو کیا جائے تو احقاقِ حق کے طور پر صحیح مسلک کو پیش کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے اور وہ حسبِ تصریح متکلمین علمائے کرام یہی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین جنگ میں حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا کو تسلیم کیا جائے۔ البتہ معاملہ چونکہ نازک ترین ہے اس لیے افراط و تفریط اور غلو سے احتراز کرتے ہوئے انتہائی محتاط الفاظ سے اس کی تعبیر کرنی ضروری ہے تاکہ ان حضرات کے بارے میں کسی قسم کی سوء ادبی کا پہلو بھی نہ نکل سکے۔ واللہ اعلم۔ احقر کے فہم ناقص میں تو حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم نے جابجا اپنی تحریرات میں اسی مسلک حق کو پیش فرمایا ہے اور جناب نے ان کی جو عبارت حکمین بکرمین کے بارے میں نقل فرمائی تھی حضرت موصوف اس کو بھی صورتاً ہی معصیت قرار دے رہے ہیں ورنہ خطاء اجتہادی کی وہ بارہا تصریح فرما چکے ہیں۔ لیکن چونکہ بظاہر الفاظ سخت ہیں اس لیے ان کو آئندہ ایڈیشن میں امید ہے کہ بدل دیا جائے گا اور خارجی فتنہ حصہ اوّل کے بعد لکھی جانے والی تحریرات میں انہوں نے خود اس کی وضاحت بھی فرما دی ہے۔ اس کے بعد یہ بحث بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس تفصیل کی روشنی میں ان کے بارے میں یہ فرمانا کہ: قاضی صاحب حضرت معاویہ کو باغی اور خاطی لکھتے ہی جا رہے ہیں الخ محل نظر ہے۔ آخر متقدمین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو ارشادات فرمائے ہیں خطاء اجتہادی پر محمول کیے بغیر ان کی کیا تاویل ہو سکتی ہے۔

عبارت بدلنے کی ضرورت نہیں

خلافتِ راشدہ کے موضوع پر خارجی فتنہ حصہ اوّل میں اصل بحث میری مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی سے ہے اور یہ بحث بیسیوں صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موعودہ خلافتِ راشدہ کے اثبات میں مولانا سندیلوی موصوف نے آیت استخلاف سے جس طرح استدلال کیا ہے ان کے اقتباسات سابقہ صفحات میں درج کر کے انہی کے طرزِ استدلال سے میں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی موعودہ خلافت راشدہ ثابت کی ہے اور ان کو الزام دیا ہے کہ جب ان کے استدلال کے پیش نظر حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت بھی گویا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی قائم ہوئی ہے تو پھر حضرت علیؓ کو معزول کرنے کا فیصلہ بھی (بظاہر) اللہ تعالیٰ کے امر اور وعدہ کے خلاف ہی ہو گا۔ اگر میں گناہ اور نافرمانی وغیرہ کے الفاظ کی جگہ اجتہادی خطا کے الفاظ لکھتا تو حضرت علیؓ کی موعودہ خلافتِ راشدہ کا جو مقام ہے وہ محفوظ نہ رہ سکتا کیونکہ اجتہادی خطا تو حق کے دائرہ میں ہی ہوتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا کہ حضرت علیؓ کو معزول

کرنا بھی حق کے دائرہ ہی میں تھا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت انعقادِ خلافتِ راشدہ کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ گویا کہ موعودہ خلافت کو مانو یا انکار کرو، خلفاء راشدین کی اتباع کرو یا مخالفت معمولی بات ہے۔ اس لیے مولانا سندیلوی پر اتمام حجت کے لیے تو وہاں نافرمانی اور گناہ کے الفاظ ہی استعمال کیے جا سکتے تھے۔ لیکن مراد میری بھی یہی تھی کہ یہ صورتاً نافرمانی اور گناہ تھا ورنہ یہ اجتہادی خطا تھی جس پر حکمین کو بھی ایک درجہ اجر ملے گا۔ چنانچہ متصلاً ہی میں نے ان الفاظ موہمہ کی مراد بیان کر دی تھی۔ یہ نہیں کہ خارجی فتنہ حصہ اول کی اشاعت کے بعد جب اعتراض ہوا تو میں نے اپنی مراد کی وضاحت کی۔ لہٰذا عبارت تبدیل کرنے کی کسی طرح بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ان الفاظ سے میری مُراد حقیقتاً نافرمانی اور گناہ ہے اور اس سے ان جلیل القدر صحابہؓ کی تنقیص و توہین ہوتی ہے تو میری ہزار بار نہیں لاکھ بار توبہ ہے۔ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ

حنیف رامے کا معذرت نامہ

مشہور سیاسی لیڈر حنیف رامے صاحب سابق ایڈیٹر ہفت روزہ "نصرت" لاہور نے اپنے ایک اداریہ میں حضرت عمروؓ بن العاص کے متعلق یہ لکھا تھا کہ: کیا عثمانؓ اور علیؓ کو اسلام ہی کے نام پر شہید نہیں کیا گیا تھا۔ کیا عمروؓ بن العاص نے علیؓ کے مقابلہ میں معاویہؓ کی بھاگتی ہوئی فوج کو سنبھالا دینے کے لیے قرآن کو نیزوں پر نہیں چڑھایا تھا الخ (ہفت روزہ "نصرت" لاہور ۵ر اکتوبر ۱۹۶۹ء)

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی امیر تحریک خدام اہلسنت صوبہ پنجاب کے چھوٹے بھائی جناب حکیم مختار الحسینی صاحب سلمہ کو اس طرف توجہ دلائی کہ: رامے صاحب نے حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص وغیرہ صحابہؓ کی توہین کی ہے۔ چونکہ ان کے جناب حنیف رامے صاحب سے روابط تھے انہوں نے رامے صاحب کو میری بات سے آگاہ کیا تو جناب حنیف رامے صاحب نے ۱۱ر نومبر ۱۹۶۹ء کو مجھے حسب ذیل معذرت نامہ ارسال کیا:

محب گرامی قاضی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعض احباب نے ذکر کیا ہے کہ میری ایک تحریر جناب کو ناپسند آئی ہے جس میں حضرت عمروؓ بن العاص کا حوالہ ہے۔ حاشا کسی صحابی رسولؐ کی اہانت کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا اسلام کو تحریک مساوات کے خلاف ایک رکاوٹ بنا کر پیش کرنے والے مودودی لٹے

نے آج یہ صورتِ حال ابھار دی ہے جیسے نعوذ باللہ اسلام سرمایہ داری کا حامی تھا۔ یہ کہنے کے لیے کہ جہاں بھی اسلام کا نام لیا جا رہا ہو ہمیں یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ نام لینے والا کس نیت سے نام لے رہا ہے میں یہ لکھ گیا کہ پہلے بھی تو اسلام کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یہ میری نالائقی ہے کہ دورِ صحابہؓ کی مذکورہ مثال دے ڈالی اور یہ غور نہ کیا کہ اس طرح کی اختلافی روایات سے امّت میں اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔"

نیازمند حنیف رامے ۱۱/ نومبر ۱۹۶۹ء

جمعیتہ علماءِ اسلام سے میرے استعفاء (محررہ ۲۳ جون ۱۹۷۰ء) کا مکمل متن مولوی عبدالحق صاحب بشیر سلمہ نے "حق چار یارؓ" جنتری ۱۹۹۰ء میں شائع کر دیا ہے۔ اس میں بھی حنیف رامے صاحب کے اس معذرت نامہ کا حوالہ موجود ہے۔

دفاعِ حضرت معاویہؓ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں بندہ نے جو کتاب "دفاعِ حضرت معاویہؓ" لکھی ہے اس کی بھی درویش صاحب کھل کر تعریف کر چکے ہیں جیسا کہ ماہنامہ حق چار یار اگست ۱۹۹۰ء میں ان کی تقریظ کا عکس بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اپریل ۱۹۹۱ء میں بھی ان کی تقریظ کے بعض اقتباسات نقل کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو مجھ پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔

(۲) دفاعِ حضرت معاویہؓ میں حضراتِ حکمین کے متعلق بھی میں نے عرض کر دیا تھا۔ چنانچہ مولوی مہر حسین شاہ بخاری کے جواب میں میں نے لکھا کہ: مولانا محمد اسحٰق سندیلوی چونکہ حضرت امیر معاویہؓ اور حکمین کی خطاء اجتہادی بھی نہیں مانتے اور حضرت علی المرتضٰیؓ کو معزول کرنا دہ جائز قرار دیتے ہیں اس لیے ان کے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے میں نے (خارجی فتنہ حصہ اوّل میں) لکھا ہے کہ: سندیلوی صاحب کا زیرِ بحث مسئلہ میں یہ کہنا کہ: نصب و عزل امام کا مسئلہ اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے (اظہار حقیقت ص ۲۸۱) بالکل غلط ہے کیونکہ حسبِ وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی المرتضٰیؓ کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد ان کو معزول کرنا اختلافی اور اجتہادی مسئلہ نہیں رہتا بلکہ ان کو معزول کرنا حکمِ خداوندی کے خلاف قرار پاتا ہے" (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۸۴) حضرت علی المرتضٰیؓ کو معزول کرنا خلافِ قرآن اس لیے میں نے لکھا ہے کہ سندیلوی صاحب مثل خلفائے ثلثہ کے حضرت علی المرتضٰیؓ کو بھی آیت استخلاف

اور آیت تمکین کا مصداق ہونا تسلیم کر چکے ہیں اب ان کے لیے یہ نظریہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے کہ حضرت علی رضؓ کو معزول کرنا اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ نص کے بعد اجتہاد کی گنجائش نہیں رہتی۔ البتہ حضرت امیر معاویہؓ ہوں یا حکمین یعنی حضرت موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص یا دوسرے صحابہؓ ان کے لیے یہ اجتہادی مسئلہ تھا کیونکہ اس وقت یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین (دفاع حضرت معاویہؓ) علاوہ ازیں میں نے خارجی فتنہ حصہ اول میں یہ بھی لکھا ہے کہ: یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرامؓ آپس میں اس قسم کے اختلاف کا حق رکھتے تھے لیکن یہ اس بنا پر تھا کہ اس وقت قطعی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت علی رضؓ ہی قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد ہیں فرمایئے اگر حضرت معاویہ رضؓ کو اس وقت یہ یقین ہو جاتا تو کیا پھر بھی وہ حضرت علی المرتضیٰ کے معزول ہونے کا مطالبہ کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں وہ معذور تھے لیکن اب جب ہمیں یہ یقین حاصل ہے اور حضرت علی رضؓ کو خلیفہ راشد تسلیم کرنا ہمارے لیے عقیدے کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی بنا پر امام غزالیؒ بھی خلفاء اربعہ کو بالترتیب امام حق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں (چنانچہ احیاء العلوم جلد اول کی عبارت کتاب ھذا ص ۲۲۱ پر پیش کی جا چکی ہے) تو اب زیر بحث مسئلہ میں اہل السنت والجماعت کا یہی موقف صحیح قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضؓ سے خلیفہ راشد و موعود (حضرت علی رضؓ) کے ساتھ جنگ و قتال کرنے میں خطا ہو گئی تھی۔ اس میں حضرت معاویہ رضؓ کی نہ تنقیص ہے نہ بے ادبی"۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۲۲) اسی سلسلے میں بندہ نے یہ لکھا کہ: حضرت علی رضؓ کا موعودہ خلیفہ راشد ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے لیکن دورِ صحابہؓ میں یہ نصوص صحابہ کرام کے پیش نظر نہ تھیں کیونکہ آیت و حدیث میں خلفاء اربعہ کے نام نہیں تھے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ نے اجتہاد کی بنا پر اپنا اپنا موقف اختیار کر لیا اور وہ اس میں معذور تھے۔ بحیثیت شرف صحابیت کے ہم حضرت امیر معاویہ رضؓ کے خلوص میں شبہ نہیں کر سکتے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سے اجتہادی خطا کا صدور ہو گیا تھا اور اس میں نہ کوئی بے ادبی ہے نہ تنقیص شان الخ (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۲۴) اور علامہ ابن خلدون بھی یہی لکھتے ہیں کہ: مذکورہ بالا اختلاف پہلے دور کے لوگوں میں تھا لیکن دوسرے دور والے بیعت علی رضؓ کی صحت انعقاد پر متفق تھے اور اس پر بھی کہ اب تمام مسلمانوں کو ان کی بیعت کرنی ضروری ہے اور (حضرت) معاویہؓ اور ان کے ہم نواؤں کی خصوصاً (حضرت) طلحہؓ (حضرت) زبیر رضؓ کی رائے درست نہیں کیونکہ انہوں نے بیعت کرنے کے بعد (حضرت) علی رضؓ کی بیعت توڑ دی اور اس پر بھی کہ دونوں فریقوں میں

سے کوئی فریق بھی گناہگار نہیں جیساکہ مجتہدوں کا حکم ہے۔ دورِ اوّل کے اس قول پر دورِ ثانی کا اتفاق مشہور و معروف ہے الخ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۲۵ بحوالہ مقدمہ ابن خلدون مترجم جلد دوم ص ۲۴۴)

اقتضاء النص کی بحث

خارجی فتنہ حصہ اوّل کی منقولہ بالا عبارتوں میں میں نے لکھا ہے کہ : یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرامؓ آپس میں اس قسم کے اختلاف کا حق رکھتے تھے لیکن یہ اس بنا پر تھا کہ اس وقت قطعی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت علیؓ ہی قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد ہیں فرمائیے اگر حضرت معاویہؓ کو اس وقت یہ یقین ہو جاتا تو کیا پھر بھی وہ حضرت علی المرتضیٰ کے معزول ہونے کا مطالبہ کر سکتے تھے" ہرگز نہیں"۔ (۲) بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اوّل میں چار خلفاء راشدین کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا بالترتیب مصداق قرار دیا تھا۔ قاضی شمس الدین صاحب درویش نے اپنے خطوط میں اس پر تنقید کی۔ چنانچہ اپنے مکتوب محررہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ (۳ فروری ۱۹۸۵ء) میں لکھا کہ : ترتیب خلافتِ راشدہ کا اس طرح منصوص ہونا اکابر صحابہؓ تک کو معلوم نہ تھا۔ اکابر انصار نے طے کر لیا تھا کہ خلیفہ انصار میں سے ہوگا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوئی کہ اس نے حضرات شیخین کو وہاں پہنچا دیا اور لفظی ردوکد کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو گئے .... پھر ان چھ میں سے حضرت عثمان خلیفہ نامزد ہوئے اور بالآخر وہ اپنے گھر میں ظلماً شہید کر دیے گئے۔ تو پھر خلافت کا معاملہ متنازعہ بن گیا۔ اس وقت عشرہ مبشرہ کے چار صحابی زندہ موجود تھے۔ چاروں حضرت علیؓ کی بیعت سے الگ رہے۔ دو تو حضرت علیؓ کے مخالف کیمپ کے مجاہد تھے اور حضرت علیؓ کے فوجیوں کے ہاتھوں وہ شہید ہوئے اور باقی دو الگ تھلگ رہے اور بعد میں حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر بقول حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نصف اکابر صحابہ کرام حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے اور بقول امام ابن تیمیہ نصف اکابر صحابہ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ تو صحابہ کی اتنی بڑی تعداد پر حضرت علیؓ کا منصوص خلیفہ راشد ہونا مشتبہ ہو گیا تھا۔ چونکہ بعد کی امت نے حضرت علیؓ کو چوتھا خلیفہ راشد تسلیم کر لیا تھا لہٰذا بعد کے اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علیؓ ہی تھے: میں نے اس کے جواب میں درویش صاحب کو لکھا تھا کہ : آپ نے عبارت النص اور اقتضاء النص کا فرق نہیں سمجھا" پھر جواب الجواب میں جناب درویش صاحب نے اپنے مکتوب محررہ ۲۹ شعبان ۱۴۰۵ھ (۲۰ مئی ۱۹۸۵ء) میں یہ لکھا کہ : خلفاء راشدین کی منصوص خلافت کی بحث میں آپ نے فقیر کو لکھا ہے کہ آپ

(یعنی فقیر) نے عبارت النص اور اقتضاء النص کا فرق نہیں سمجھا۔ مخدوما۔ فقیر نے بھی کہنہ مشق استادوں سے اصول الشافعی اور نور الانوار وغیرہ پڑھی تھی۔ ان چار خلفاء راشدین میں سے تین کی خلافت باتفاق صحابہؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت باختلاف صحابہؓ آیت استخلاف و تمکین کی مصداق اول تھیں۔ لیکن یہ خلافتیں جیسا کہ فقیر نے پہلے عریضہ میں عرض کیا صحابہ کے نصب کرنے سے منسوب ہوئی تھیں۔ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بارہ اماموں کی امامتیں قرآن میں نام بنام منصوص تھیں جو حضرت عثمانؓ نے قرآن میں تحریف کر کے ان منصوص ناموں کی آیتیں قرآن سے نکال دیں۔ اگر آپ اقتضاء النص سے حضرت علیؓ کی خلافت کو منصوص ثابت کرنا چاہیں گے تو یہ اقتضاء النص عشرہ مبشرہ کے ان چار جلیل القدر صحابیوں کو بھی معلوم نہ تھیں اور صحابہ کی اس نصف تعداد کو بھی معلوم نہ تھیں جو حضرت علیؓ کی بیعت سے الگ رہے نہ حضرت علیؓ کو معلوم تھی کہ آخر وہ حضرت معاویہؓ سے مصالحت کر کے برضائے خود شام سے دستبردار ہو گئے۔ دونوں میں صلح ہو گئی۔ فامرہ علی رضی اللہ عنہ واستمر الامر علی ذلک (ابن کثیر ص ۳۲۳ ج ۷) یہ مبحث اتنا نازک ہے کہ علمی رد وکد کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بس مجمل اتنا ایمان ہی کافی ہے کہ چاروں خلفاء راشدین آیت استخلاف و تمکین کے مصداق اول تھے اور قیامت تک جتنے دین دار سنی بادشاہِ اسلام ہوں گے تا حضرت امام مہدی وہ ان آیات کا مصداق ہیں۔ کما ذکرہ المفسرون۔"

الجواب قاضی درویش صاحب کی مندرجہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مطلب ہی نہیں سمجھ سکے اور نہ ہی وہ اقتضاء النص کا مطلب سمجھتے ہیں ورنہ وہ یہ نہ لکھتے کہ: "یہ مبحث اتنا نازک ہے کہ علمی رد وکد کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کے نزدیک عقیدہ خلافتِ راشدہ کوئی واضح مدلل عقیدہ نہیں تو آپ شیعوں کے عقیدہ امامت کے مقابلہ میں عقیدہ خلافت راشدہ کیونکر ثابت کریں گے۔ شیعہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق نہیں ہیں اور صحابہ کرامؓ نے زبردستی حضرت صدیق اکبرؓ کو پہلا خلیفہ منتخب کر لیا تھا۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ چونکہ ان آیات میں خلفاء ثلثہ کے نام نہیں ہیں اس لیے قطعی طور پر ان کو ان آیات کا مصداق نہیں قرار دے سکتے۔ (۲) درویش صاحب چاروں خلفائے راشدین کو آیت استخلاف و تمکین کا مصداق خود بھی قرار دے رہے ہیں اور اس کے باوجود یہ بھی مجھ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھ رہے ہیں کہ اس ترتیب سے عشرہ مبشرہ میں سے بھی چار صحابہ کرامؓ نے ان خلفاء کو آیت استخلاف و

تمکین کا مصداق نہیں سمجھا۔ اب درویش صاحب کو کون سمجھائے کہ اگر ان خلفاء اربعہ کی خلافت بطور عبارۃ النص کے قرآن سے ثابت ہوتی یعنی ان حضرات کے نام بھی آیات میں مذکور ہوتے تو پھر اختلاف کی گنجائش ہی نہیں تھی لیکن ان کے نام مذکور نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف واقع ہو گیا کسی کو قطعی طور پر معلوم نہ تھا کہ آیت استخلاف و تمکین کا مصداق اول حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی ہیں۔ اسی لیے انصار نے اپنی رائے پیش کر دی اور گو باتفاق صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبرؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا لیکن حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد قطعی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ استخلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق ہی تھا۔ اقتضاء النص کی مراد پہلے معلوم نہیں ہوتی لیکن جب اس کے مصداق کا وقوع ہوتا ہے تو پھر یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا مصداق فلاں تھا۔ مثلاً قرآن حکیم میں ہے۔ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ الاٰیۃ (سورۃ الفتح آیت ۱۶) آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں سے لڑنے کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع اسلام ہو جائیں الخ (ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ) اس آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ (سخت لڑنے والے) کون ہوں گے اور حدیبیہ میں پیچھے رہنے والے دیہاتیوں کو ان سے لڑنے کی دعوت کون دے گا۔ یہ ایک پیشنگوئی ہے لیکن تاریخی واقعات کو ہم دیکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعوت دینے والے خلفاء ثلٰثہ تھے اور اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ سے مراد اہل فارس و روم ہیں جن سے خلفاء ثلٰثہ کے دور میں جنگیں لڑی گئی ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے شیعوں پر اتمام حجت کے لیے خلفاء ثلٰثہ کی برحق خلافت کے اثبات کے لیے یہ آیت پیش کر کے مفصل بحث کی ہے جو قابل ملاحظہ ہے یہاں صرف ان کی حسب ذیل عبارت پیش کی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں: سَتُدْعَوْنَ سے بطور اقتضاء النص کے یہ بھی سمجھا گیا کہ زمانہ آئندہ میں کوئی بلانے والا اعراب کو جہادِ کفار کی طرف بلائے گا اور اس کے بلانے سے تکلیف شرعی قائم ہو جائے گی یعنی اگر وہ لوگ اس کے بلانے کو مان جائیں گے تو ثواب پائیں گے ورنہ عذاب کیا جائے گا الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول ص ۱۵۰) اسی سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں: جب یہ بات معلوم ہو گئی تو جاننا چاہیے کہ یہ بلانے والے خلفاء ثلٰثہ تھے۔ ان کے سوا کوئی نہ تھا کیونکہ موافق احتمالات عقلیہ کے یہ بلانے والے یا جناب مقدس نبوی

ملی اللہ علیہ وسلم ہوں گے یا خلفاء ثلثہؓ یا حضرت مرتضیٰ یا بنی امیہ یا بنی عباس یا ترک جنہوں نے سلطنت
رب کے ختم ہونے کے بعد سر اٹھایا تھا۔ ان چھ احتمالوں سے زیادہ کوئی احتمال نہیں نکلتا (اب دیکھو
لفاء ثلثہ کے سوا جس قدر احتمال ہیں سب باطل ہیں) کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا
لانا کبھی ظاہر نہیں ہوا ——— باقی رہے حضرت مرتضیٰ اور بنو امیہ اور بنو عباس اور ان کے بعد والے
ان لوگوں نے حجاز اور یمن کے اعراب کو کافروں سے لڑنے کے لیے بلایا ہی نہیں جیسا کہ تاریخ سے
ابت ہے۔ یقیناً یہ خاص قسم کا بلانا (جس میں چاروں مذکورہ اوصاف پائے جائیں) اتنی طویل مدت میں
وائے خلفاء ثلثہ کے اور کسی سے ظہور میں نہیں آیا الخ (ایضاً ازالۃ الخفاء مترجم ص ۱۵۲-۱۵۳) یہ ہے
یشنگوئی بطور اقتضاء النص کہ اگر ان خلفاء ثلثہ کو برحق خلیفہ نہ مانا جائے اور آیت استخلاف و آیت
مکین سے بطور اقتضاء النص کے چاروں خلفاء راشدین کی موعودہ خلافت راشدہ ثابت ہوتی ہے۔
یونکہ اگر اسی ترتیب سے ان کی خلافت نہ تسلیم کی جائے تو پھر ان آیات کا صحیح مصداق متعین نہیں کیا جا سکتا۔
لہٰذا ان نصوص کا تقاضا یہ ہے کہ خلفاء اربعہ کو ان دونوں آیات کا مصداق قرار دیا جائے کیونکہ آیت
ستخلاف میں لفظ منکم سے مراد یہ ہے کہ ان صحابہ کو خلافت دینے کا وعدہ ہے جو اس آیت کے
زول کے وقت موجود تھے اور آیت تمکین میں اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ یعنی مہاجرین اولین کو
طور پیشنگوئی کے اقتدار و حکومت دینے کا اعلان ہے اور مہاجرین اولین میں سے صرف ان چار خلفاء
اشدین کو ہی حکومت ملی ہے۔ لہٰذا اگر ان خلفاء اربعہ (چاریارؓ) کی موعودہ خلافت کو نہ تسلیم کیا جائے
و یہ آیت صحیح نہیں قرار پا سکتی۔ بہرحال اقتضاء النص کا مصداق نزولِ آیت کے وقت متعین نہیں کیا
جا سکتا۔ خلافت واقع ہونے کے بعد ہی یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اس آیت کا مصداق فلاں فلاں صحابی
ہیں۔ اسی بنا پر میں نے لکھا تھا کہ: حضرت علیؓ کا موعودہ خلیفہ راشد ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت
ہے۔ لیکن دورِ صحابہؓ میں یہ نصوص صحابہ کرام کے پیش نظر نہ تھیں کیونکہ آیت و حدیث میں خلفاء اربعہ
کے نام نہیں تھے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ نے اجتہاد کی بنا پر اپنا اپنا موقف اختیار کر لیا اور وہ اس
میں معذور تھے۔ بحیثیت شرفِ صحابیت کے ہم حضرت امیرؓ معاویہ کے خلوص میں شبہ نہیں کر سکتے
البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سے اجتہادی خطا کا صدور ہو گیا تھا۔" (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۲۴)
اور مولانا محمد اسحٰق سندیلوی صدیقی بھی از روئے عقیدہ حضرت علیؓ کو چوتھا خلیفہ راشد مانتے ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں: ہماری حیثیت اور صحابہ کرامؓ کی حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم کرنا ان کے لیے عقیدے کی حیثیت نہیں رکھتا تھا جبکہ ہمارے لیے اس کی حیثیت عقیدے کی ہے۔ وہ انہیں معزول کرنے یا ان کی خلافت سے انکار کرنے کا حق بھی رکھتے تھے جبکہ ہمیں یہ حق حاصل نہیں"۔ (اظہارِ حقیقت جلد ۲ ص ۲۲۵) اور بقول مولانا سندیلوی صحابہ کرامؓ حضرت علیؓ کی خلافت سے انکار کرنے کا بھی حق رکھتے تھے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس وقت قطعی طور پر یہ معلوم نہیں تھا کہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق چوتھے درجے میں حضرت علیؓ ہی ہیں کیونکہ ممکن تھا کہ مہاجرین اولین میں سے کوئی اور صحابی اس کا مصداق بن جائے لیکن حضرت علیؓ کی وفات کے بعد جب ثابت ہوگیا کہ آپ کے دور میں اور کسی مہاجر صحابی کو خلافت نہیں ملی تو یقین ہوگیا کہ اس وقت آپ ہی آیت استخلاف و تمکین کا مصداق تھے۔ پھر اہل سنت والجماعت نے از روئے عقیدہ حضرت علی المرتضیٰ کو قرآن کا چوتھا خلیفہ راشد تسلیم کرلیا اور بعد میں ہی یہ رائے قائم کی گئی کہ موعودہ خلیفہ راشدہ کے خلاف جنگ کرنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی غلطی تھی اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت امیر معاویہؓ کو مجتہد سمجھتے تھے اس لیے آپ نے ان کے ساتھ حقیقتاً باغی کا معاملہ نہ اختیار کیا بلکہ ان کے ساتھ مصالحت کرلی۔ قاضی شمس الدین صاحب اب بھی اقتضاء النص کا مفہوم نہیں سمجھتے اس لیے ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ کسی عالم سے نور الانوار پھر پڑھ لیں اور اگر کوئی اور معلم نہ مل سکے تو پھر انانیت سے بالاتر ہوکر حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب زید مجدھم (مخدوم پور) سے ہی نور الانوار پڑھ لیں تاکہ شیعوں کے طعن کا جواب دے سکیں۔ (جاری ہے)

حافظ لدھیانوی صاحب فیصل آباد

السلام علیکم۔ "حق چار یارؓ" باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت و شان کا داعی، گستاخانِ صحابہؓ کے عزائم اور ناپاک ارادوں کو بے نقاب کرنے والا صحابہؓ کی محبت کا امین، حق کی آواز بلند کرنے والا، خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف گستاخوں کا منہ بند کرنے والا، رفیقانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں اور ایثار کی داستانیں بیان کرنے والا، ان کی شان میں منقبت اور قصیدے شائع کرنے والا یہ واحد رسالہ ہے۔ اس تحریک میں حصہ لینے والے مضامین تحریر کرنے والے، مالی امداد کرنے والے، ہر طرح کی معاونت کرنے والے خوشنودیٔ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حق دار ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی جنت الفردوس کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں خزانۂ رحمت سے آپ کو مستفیض کرتا رہے

جناب محمد بنارس صدیقی صاحب راولپنڈی

دلی تمنا تھی کہ جماعتی طور پر ایک رسالہ شائع ہو جو مسلکِ حق اہل سنت والجماعت کی ترجمانی اور دفاع کے ساتھ ساتھ موجودہ پرفتن دور میں رونما ہونے والے واقعات و مسائل کے بارے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے تدبرانہ افکار سے دنیائے اسلام کو عموماً اور جماعتی ساتھیوں کے لیے خصوصاً مفید ثابت ہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ خواہش ماہنامہ حق چار یارؓ کے اجراء سے پوری ہوئی جب سے ماہنامہ کی اشاعت ہوئی میں باقاعدگی سے ماہنامہ خریدتا ہوں اور مطالعہ بھی کرتا ہوں خصوصاً حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے مضامین جو مختلف فتنوں کے تعاقب میں

اور حالاتِ حاضرہ پر آپ کا تبصرہ اطمینانِ قلب کے لیے ضرور پڑھتا ہوں۔ دشمنانِ صحابہؓ ہوں یا دشمنانِ اہل بیتِ رسولؐ، دشمنانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا دشمنانِ خدا، حضرت قاضی صاحب ان کی صرف نشاندہی ہی نہیں کرتے بلکہ ایک عالم دین ہونے کے باعث اس کا تعاقب بھی کرتے ہیں اور اس انداز سے تحریر فرماتے ہیں کہ معمولی پڑھا آدمی بھی استفادہ کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ آپ کی کوششوں کو منظور فرمائے اور حضرت قاضی صاحب کا سایہ ہم سب اہل سنّت والجماعت کے سروں پر قائم رہے۔

ہمارے مخالفین یعنی مذہب اہل سُنّت والجماعت سے عداوت رکھنے والے دوراندیشی اور سیاست سے کام کرتے ہیں اور ظالم ہونے کے باوجود مظلوم ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی اہل سُنّت دشمنی اور چالوں کو سمجھتے ہوئے حضرت صاحب سوچ سمجھ کر ان کے عزائم سے سُنّی مسلمانوں کو مطّلع فرماتے ہیں اور جذباتی انداز میں کوئی بھی اقدام آپ نہیں کرتے جبکہ ہمارے بعض مسلمان جذباتی ہوکر مذہب اہل سنّت کے لیے خون کا نذرانہ تو دیتے ہیں لیکن وہی سنّی کا خون رائیگاں چلا جاتا ہے اور فائدہ دشمن اٹھاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ جھنگ، مصنف کتاب رحماء بینھم

ماہنامہ رسالہ حق چار یارؓ پڑھا۔ یہ صحابہ کرامؓ کے مقام کی بڑی خدمت ہے اور جتنی ہوسکے اتنی کم ہے اس دور میں مدحِ صحابہؓ کا مسئلہ جاری رکھنا دین کی بڑی اہم ضرورت ہے۔ باقی مجھ میں اس پر کوئی زیادہ لکھنے کی اہلیت نہیں ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت، نسیم منزل ریلوے روڈ ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ

مجلسِ ہٰذا کی لائبریری کے لیے آپ کی طرف سے حق چار یارؓ باقاعدگی سے موصول ہوتا ہے۔ اللہ ربّ العزّت آپ کی عزتوں میں اضافہ فرمائے۔ آپ کے اس تحفہ سے بے شمار افراد مستفیض ہوتے ہیں اور اس موضوع پر اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں۔ فخرِ اہلسنّت قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کا قلم عطیۂ خداوندی ہے۔ ان کی تحریر باطل لوگوں کے لیے تلوار کا کام دیتی ہے۔ بھرپور دلائل فصاحت و بلاغت اور تشبیہات میں حضرت اقدس کا کوئی ثانی نہیں۔ حق چار یارؓ بہت ہی کم عرصے میں مقبول ہوا ہے۔ اس سے آپ کی محنت صاف عیاں ہے۔

مذہب کی صداقت کا ہیں معیار صحابہؓ

مے خانۂ سرکار کے مے خوار صحابہؓ
سرکار کے عشاق و وفادار صحابہؓ

روحوں کا رہا جب تلک جسموں سے تعلق
توحید کا کرتے رہے پرچار صحابہؓ

سرکار کے احکام کی تعمیل میں دائم
رہتے تھے کمربستہ و تیار صحابہؓ

راضی تھا خدا ان سے وہ راضی تھے خدا سے
اس فخر کے تھے لائق و حق دار صحابہؓ

سو جان سے قربان ہیں ہم اپنے نبیؐ پر
یہ کر گئے اعلان سردار صحابہؓ

سُنّت پہ عمل کرتے رہے تا دمِ آخر
بدعت سے رہے برہم و بیزار صحابہؓ

کردارِ صحابہؓ سے ہُوا دین مکمل
مذہب کی صداقت کا ہیں معیار صحابہؓ

لگنے نہ دی دامن پہ کوئی چھینٹ ریا کی
تھے دینِ الٰہی کے رضاکار صحابہؓ

اللہ کے پیارے سبھی اصحابِ مہاجر
اللہ کے محبوب کے انصار صحابہؓ

دریاؤں میں کودے کبھی صحراؤں سے گزرے
اللہ کی رحمت کے طلب گار صحابہؓ

کرتے رہے سب حق کے لیے جہدِ مسلسل
باطل سے رہے برسرِ پیکار صحابہؓ

صدیقؓ و عمرؓ، حضرت عثمانؓ و علیؓ ہیں
اللہ کے نزدیک بڑے چار صحابہؓ

اک دوجے کے حامی و غم خوار مددگار
اک دوجے کے دلدار رہے چار صحابہؓ

مسکین و یتامیٰ کے مددگار تھے سرور
مظلوم کے تھے یاور و غم خوار صحابہؓ

سرور میواتی